شہنشاہ ہندوستان

اسلم راہی
ایم اے

شہنشاہ ہندوستان

اورنگ زیب عالمگیر

اسلم راہی ایم اے

شمع بک ایجنسی نوید اسکوائر نیو اردو بازار کراچی
Ph:2773302

نام کتاب ——— اورنگ زیب عالمگیر

مصنف ——— اسلم راہی ایم اے

پرنٹر ——— واحد پرنٹر کراچی

قیمت ——— 30/- روپے

اسٹاکسٹ

صابری دار الکتب — اردو بازار لاہور

عوامی کتاب گھر — اردو بازار لاہور

فہیم بک ڈپو — اردو بازار لاہور

اشرف بک ایجنسی — اقبال روڈ راولپنڈی

شمع بکسٹال — ریگل روڈ فیصل آباد

کتب خانہ مقبول عام — جھنگ بازار فیصل آباد

رحمن بک ہاؤس — اردو بازار کراچی

رشید نیوز ایجنسی — فریئر مارکیٹ کراچی

الحبیب نیوز ایجنسی — اسٹیشن روڈ حیدر آباد

عرض ناشر

ادارہ شمع بک ایجنسی کی عرصہ دراز سے یہ کوشش تھی کہ تاریخ پر چھوٹی چھوٹی اور مختصر کتابیں شائع کی جائیں۔ جن سے بچے بوڑھے اور جوان سب ہی استفادہ حاصل کر سکیں۔ مگر مشکل یہ تھی کہ تاریخ پر قلم کس سے اٹھانے کو کہا جائے کیونکہ ہمارے ہاں تاریخ کے نام پر کچھ ایسی کتب ملتی ہیں۔ جن میں سرے سے تاریخ نام کی کوئی چیز نہیں بس قصے کہانیاں یا رومانس بھر دیا گیا ہے۔

ادارہ کی نظر مشہور و معروف تاریخ داں اسلم راہی صاحب پر پڑی اور ہم نے ان سے رابطہ کیا اور مشہور و معروف مسلمان و غیر مسلم تاریخی شخصیات پر قلم اٹھانے کو کہا۔ وہ جلد ہی راضی ہو گئے۔ اور پھر یہ سلسلہ چل نکلا۔ ہم نے قوم کو تاریخ کا اصل چہرہ دکھایا ہے۔ اور تاریخ کو تاریخ ہی پیش کیا ہے۔ نا کہ من گھڑت قصے کہانیاں۔

ہمارے ادارے نے تقریباً 100 کے قریب تاریخی شخصیات پر کتب شائع کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ ان میں مشہور و معروف جلیل القدر سپہ سالار، بادشاہ، جرنیل، فاتح وغیرہ شامل ہیں اور ایسی غیر مسلم شخصیات کو بھی لیا گیا ہے۔ جن کے بغیر تاریخ نامکمل ہے۔ ان میں کچھ شخصیات ایسی بھی ہیں جنہیں پہلی بار کتابی صورت میں شائع کرنے کا اعزاز ہمارے ادارے کو حاصل ہو رہا ہے۔ مشہور و معروف شخصیات مثلاً صلاح الدین ایوبی،

حیدر علی، ٹیپو سلطان، محمد بن قاسم، طارق بن زیاد، نور الدین زنگی، محمود غزنوی، موسیٰ بن نصیر، الپ ارسلان، ملک شاہ سلجوقی، عماد الدین زنگی، خیر الدین باربروسا وغیرہ اس کے علاوہ چنگیز خان، ہلاکو خان، ہیلن آف ٹرائے، نپولین بوناپارٹ، سکندر اعظم، ہٹلر وغیرہ جیسی شخصیات کو بھی شامل کیا ہے۔ ہماری اس تاریخی سلسلے کی فہرست کافی طویل ہے۔

ہمارے ادارے نے وطن عزیز کے طالبعلموں کو تاریخ کی طرف لانے کی جو کوشش کی ہے اس میں ہمیں آپ کے تعاون کی سخت ضرورت ہے۔ اور ساتھ ہی ہم حکومت پاکستان سے بھی یہ گزارش کریں گے کہ وہ اس تاریخی سلسلے کو اسکولوں اور کالجوں کی سطح پر **سلیبس** کے طور پر شامل کرے۔

اسلم راہی صاحب کے خیالات سے آپ اختلاف تو کر سکتے ہیں مگر انکار نہیں۔ اختلاف کرنا ہر آدمی کا حق ہے اور ضروری نہیں کہ ہمارا ادارہ بھی مصنف کے تمام خیالات سے متفق ہو۔

مگر مصنف نے جس طرح تاریخ کو کھنگال کر مختصر صفحات میں پیش کیا ہے۔ اس کے لیے یہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

ہم تاریخ سے منہ نہیں موڑ سکتے ہمیں تاریخ سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ خدا کرے کہ ہم میں پھر صلاح الدین ایوبی محمد بن قاسم، طارق بن زیاد، حیدر علی، ٹیپو سلطان اور نور الدین زنگی جیسی شخصیات جنم لیں۔ جو قومیں تاریخ سے سبق حاصل نہیں کرتیں، جو قومیں تاریخ کو پیچھے چھوڑ دیتی ہیں، جو قومیں تاریخ کو گزرا ہوا کل کہہ کر رد کر دیتی ہیں۔ وہ قومیں کبھی ترقی نہیں کرتیں۔ تباہی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ آیئے ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں اور اس سے سبق حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

خالد علی

اورنگ زیب عالمگیر 15 جون 1659ء کو ہندوستان کی سلطنت کے تاج وتخت کا مالک بنا۔ اپنے باپ شاہ جہان کی زندگی ہی میں وہ تخت نشین ہوگیا تھا اور حکومت حاصل کرنے کے لئے اسے ایک عجیب وغریب جدوجہد سے گزرنا پڑا تھا۔

دراصل شاہ جہان کے 4 بیٹے تھے۔ داراشکوہ، مراد بخش، شاہ شجاع اور اورنگ زیب عالمگیر۔

شاہ جہان کے سب سے بڑے بیٹے داراشکوہ نے شاہ جہان پر ڈورے ڈال رکھے تھے اور وہ ایک طرح سے اپنے باپ کی زندگی ہی میں سیاہ وسفید کا مالک بن گیا تھا۔ اس کے علاوہ شاہ جہان بھی اپنی تمام اولاد میں سے داراشکوہ کو سب سے زیادہ پسند کرتا تھا اور اسی پر اعتماد وبھروسہ کرتا تھا اور اس نے داراشکوہ کو تخت وتاج کا وارث بھی نامزد کردیا تھا۔

دوسری طرف اورنگ زیب عالمگیر نے بلاشبہ مغلیہ تخت کی بے حد خدمت کی تھی لیکن حقیقت میں اسے اس کی خدمات کا مناسب صلہ نہ مل سکا تھا اس کے علاوہ شاہ جہان نے اپنی زندگی میں داراشکوہ کو اچھے علاقوں کا والی مقرر کیا تھا اور

اسے لاتعداد عہدوں اور خطابات سے بھی نوازا تھا۔

جبکہ اورنگ زیب کو دکن کی طرف پھینک دیا گیا تھا۔ جہاں اورنگ زیب کو اپنے باپ کے یہ فیصلہ نامنظور تھے وہاں اس کا اپنے بھائی داراشکوہ سے بھی شدید اختلاف تھا اور سب سے بڑا اختلاف مذہبی عقیدے کا تھا۔

اورنگ زیب راسخ العقیدہ مسلمان تھا جبکہ داراشکوہ تصوف کی طرف رجحان رکھتا تھا اور بعض ہندو عقائد میں بھی دلچسپی رکھتا تھا۔ داراشکوہ نے شاہ جہان کی شفقت و محبت کو کمزوری پر ملول کرتے ہوئے پورا فائدہ اٹھایا۔ آخری وقت میں شاہ جہان کے تمام مخلص مشیر انتقال کر چکے تو داراشکوہ نے اپنے لئے میدان خالی سمجھا اور تخت و تاج پر حاوی ہو کر جو چاہتا شاہ جہان سے منوالیتا تھا۔

اچانک شاہ جہان بیمار ہو گیا وہ قریباً ایک ہفتہ تک زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا رہا اس دوران وہ جھروکے میں عوام کو روزانہ ملتا۔ چنانچہ چاروں طرف افواہیں گرم ہو گئیں کہ شاہ جہان نزع کے عالم میں ہے اور بہت جلد وفات پا جائے گا۔

شاہ جہان کی اس بیماری کے دوران داراشکوہ تو اس کے پاس تھا۔ دوسرا بیٹا مراد بخش اس وقت گجرات کا والی تھا اور وہاں گجرات ہی میں تھا۔ تیسرا بیٹا شاہ شجاع بنگال میں تھا اور اورنگ زیب اس وقت دکن میں تھا۔ داراشکوہ کا مقصد یہ تھا کہ پہلے مراد بخش کا خاتمہ کرے اس کے بعد شاہ شجاع کو ٹھکانے لگائے اور اس کے بعد اورنگ زیب سے نمٹے اور پھر تاج و تخت کا مالک بن جائے۔ اسے سب سے زیادہ خطرہ اورنگ زیب ہی سے تھا۔ لہٰذا اس نے اورنگ زیب کو زیادہ سے

زیادہ کمزور کرنے اور اپنے سامنے جھکانے کی کوشش کی۔ شاہ جہان نے بھی چونکہ اس کا ساتھ دیا لہٰذا اورنگ زیب عالمگیر بھڑک اٹھا۔

اب شاہ جہان کے چاروں بیٹوں کے درمیان ایک طرح سے تخت و تاج حاصل کرنے کے لئے جنگ شروع ہوگئی تھی۔ تخت نشینی کی اس جنگ کے دوران اورنگ زیب نے یہ ثابت کردیا کہ وہ ایک اچھا منتظم و قابل سپاہی اور ذی فہم سیاست دان ہے۔

گو سارے بھائی اس کے مخالف تھے اور وہ چاروں طرف سے خطرات میں گرفتار ہوا۔ پر اس نے نہایت ہوشمندی سے کام لیتے ہوئے ہر محاذ پر نظر رکھی اور اپنے لئے نہایت ذمہ دار اور وفادار لوگوں کا انتخاب کیا۔

اورنگ زیب کو قدرت نے لوگوں کو پرکھنے کی بہترین صلاحیت عطا کی وہ دوست دشمن کے درمیان پہلی ہی نظر میں تمیز کرلیا کرتا تھا۔ لہٰذا اسے اپنے اردگرد وفادار ساتھی اکٹھے کرنے میں کسی خاص دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑا۔

جب شاہ جہان کی بیماری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سارے بھائیوں نے تخت و تاج حاصل کرنے کی کوشش شروع کی تب اورنگ زیب نے بھی 30 مارچ کو تخت حاصل کرنے کے لئے اپنی جدوجہد کا آغاز کردیا۔

وہ برہان پور سے دہلی کی طرف روانہ ہوا اور تین ماہ کے قلیل عرصے میں دو بڑے دریا عبور کرکے دو خون ریز جنگیں لڑیں اور دارلحکومت پر قبضہ کیا۔ اصل حکمران یعنی اپنے باپ شاہ جہان کو 18 جون کو نظر بند کرکے خود تخت نشین ہوگیا۔

تخت نشینی کی اس جنگ میں کامیاب فتح مند ہونے کے بعد اورنگ زیب 31 جولائی 1658ء کو دہلی میں محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر کے نام اور القاب کے ساتھ تخت نشین ہوا۔

تخت نشین ہونے کے بعد اورنگ زیب تقریباً 20 سال تک دہلی اور آگرہ میں مقیم رہا اس کے بعد وہ 1663ء میں ایک بار کشمیر گیا اور اس کے بعد 1674 اور 1675ء میں تقریباً 1,1/2 سال سرحدی قبائل کی سرکوبی کی غرض سے حسن ابدال میں قیام پذیر رہا۔ 1679ء میں وہ مارواڑ کو مغل سلطنت میں شامل کرنے کی غرض سے نکلا جہاں اسے 2,1/2 کے لئے راجپوتوں کے ساتھ جنگوں میں ملوث ہونا پڑا۔ اس طرح اس کو دشمنوں کے خلاف طویل جدوجہد کرنا پڑی۔ مؤرخین اس کی حکومت کے 50 سالہ دور کو 25/25 سال کے دو برابر ادوار میں تقسیم کرتے ہیں۔ اس کی زندگی کا پہلا دور ہے جو شمالی ہند میں بسر کیا اور دوسرا دور جو دکن میں گزارا۔

اورنگ زیب عالمگیر اپنے عوام کے علاوہ بیرونی دنیا میں بھی اس قدر ہردلعزیز تھا کہ اس کے تخت نشین ہونے کے بعد شریفِ مکہ کے علاوہ ایران، بلخ، بخارا، کاشغر، خیوا کے حکمرانوں کے علاوہ بصرہ، حضرموت، یمن اور ایبے سینیا کی حکومتوں نے اس سے سفارتی تعلقات قائم کئے۔ اس کے بعد 1690ء میں قسطنطنیہ سے بھی ایک سفارت اورنگ زیب کی خدمت میں بھیجی گئی اور وہ ایسا نیک دل بادشاہ تھا کہ کبھی اس نے کسی سفیر کو مایوس نہیں کیا۔ بیشتر حکومتوں اور حکمرانوں کے ساتھ اپنے آباؤ اجداد کے وقتوں کی دیرینہ عداوتوں کو اس نے

یکسر ختم کر کے رکھ دیا۔ اورنگ زیب کے دور حکومت میں مشرق وسطیٰ اور مشرق قریب میں مغلوں کی حکومت کو نہایت احترام کی نظر سے دیکھا جانے لگا اور بہت سی چھوٹی چھوٹی غیر ملکی مسلمان حکومتوں اور ریاستوں نے بھی اس دور میں اورنگ زیب سے مالی مدد حاصل کر کے اپنی فلاح و بہبود کا کام سرانجام دیا۔

تخت نشین ہونے کے بعد سب سے پہلے اورنگ زیب عالمگیر نے جنوبی بہار کے علاقہ پلاموا اور چٹاگام کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا یہ فتوحات علی الترتیب پٹنہ کے اورنگ زیب کے حاکم داؤد خان نے 1661ء میں اور بنگال کے حاکم شائستہ خان نے 1666ء میں حاصل کیں۔

اس کے علاوہ 1665ء میں اورنگ زیب عالمگیر کی طاقت وقوت کو دیکھتے ہوئے لداخ کے حکمران نے اورنگ زیب کی اطاعت قبول کر لی۔ اپنی سلطنت میں اس نے اورنگ زیب عالمگیر کے نام کے سکے جاری کئے اور پہلی بار اس کے دارلحکومت میں اذان کی آواز گونجی تھی اسی دوران مقامی ہندوؤں نے تخت نشینی کے جھگڑوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اورنگ زیب کے خلاف بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اورنگ زیب نے ہر باغی کو بڑی سختی اور شدت کے ساتھ کچل کر رکھ دیا تھا۔

سب سے پہلے مندھیلہ کے چمپت راؤ مندھیلہ اور نوانگر کاٹھیاواڑ کے رائے سنگھ نے بغاوتوں کا سلسلہ شروع کیا لیکن اورنگ زیب نے ان پر حملہ آور ہو کر ان کی بغاوتوں کو سختی سے کچل کر رکھ دیا۔ اس کے بعد بیکانیر کے کرن سنگھ نے جب سر اٹھانے کی کوشش کی تو اسے بھی خوب رگیدا گیا۔ اس کے بعد اس نے

اورنگ زیب سے معافی طلب کرلی۔ اس طرح ملک کے مختلف علاقوں میں اورنگ زیب نے امن وامان قائم کردیا۔

اورنگ زیب کے دور حکومت کی پہلی بڑی جنگ آسام میں لڑی گئی سولھویں صدی کے آغاز میں ایک شخص نے بنگال کے شمالی علاقے کوچ بہار میں اپنی حکومت قائم کرلی تھی۔ اس کی نسل سے علاقے کا تیسرا حکمران لکشمی نرائن تھا جس نے اکبر کی اطاعت قبول کی تھی۔

بعد میں یہ سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی ایک کا نام کانگوٹ اور دوسرے کا نام کچھ ہاجو تھا۔

1612ء میں لکشمی نرائن اور کچھ ہاجو کے حکمرانوں کے درمیان، جنگ کا آغاز ہوگیا۔ مغلوں نے اس تصادم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ ہاجو پر قبضہ کرلیا۔ لیکن اس قبضے کے نتیجہ میں مغلوں کو اس نسل کے سارے حکمرانوں سے متصادم ہونا پڑا۔

دراصل اس نسل کے لوگ تیرھویں صدی عیسوی میں یہاں آئے اور انہوں نے آسام کے مرکزی اور شمالی علاقوں میں اپنی حکومت قائم کرلی تھی۔ یہ لوگ شیطان کو پوجتے تھے اور شب خون مارنے میں مہارت رکھتے تھے۔

ان کے قبیلے میں جو شخص زیادہ طاقتور ہوتا اپنی حکومت قائم کرلیتا اور دوسروں کو غلام بنا کر مکانات وغیرہ کی تعمیر شروع کردیتا۔ ان کے لشکر میں صرف پیادے شامل تھے یا ہاتھی ہوا کرتے تھے۔

جب یہ لوگ اورنگ زیب عالمگیر سے ٹکرائے تو اس دور تک انہوں نے

بنگال کے ساتھ جھڑپوں کے دوران آتش گیر مادہ جنگوں میں استعمال کرنا سیکھ لیا تھا۔لیکن جب اورنگ زیب عالمگیران کے خلاف حرکت میں آیا تو یہ اورنگ زیب کا مقابلہ نہ کر سکے اورنگ زیب نے انہیں اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا کر رکھا۔

تخت نشین ہونے کے بعد اورنگ زیب عالمگیر کو بنگال میں بھی کچھ بغاوتوں کا سامنے کرنا پڑا دراصل بہار اور آسام کے راجاؤں نے مشرق اور مغرب کے اطراف سے یلغار کرتے ہوئے پیش قدمی کی اور وہ علاقے جو مغلوں کی مملکت میں شامل تھے ان میں سے کچھ پر قبضہ کرلیا۔

یہ اورنگ زیب کے دور حکومت کا شروع کا زمانہ تھا لہذا اس وقت اورنگ زیب کا کوئی بڑا لشکر وہاں موجود نہ تھا۔ چنانچہ باغی راجاؤں نے گوہاٹی شہر پر قبضہ کرلیا اور پورے ضلع میں انہوں نے لوٹ مار مچا کر رکھ دی انہوں نے بہار کے اندر جو مغلوں کا لشکر تھا اسے بھی پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔

ان حالات سے نمٹنے کے لئے اورنگ زیب نے اپنے ایک سالار میر جملہ کو جون 1660ء میں بنگال کا والی بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ وہ باغی راجاؤں کی سرکوبی کے لئے سختی سے کام لے اور جو اطاعت وفرمانبرداری قبول نہ کریں انہیں سخت سے سخت سزا دے۔

میر جملہ 11 نومبر 1661ء کو بارہ ہزار گھڑ سواروں اور تین سو پیادہ تین سو تیس بحری کشتیوں کے ساتھ باغیوں پر حملہ آور ہوا۔

اس نے 29 دسمبر کو بہار پر قبضہ کرلیا۔ اس قبضہ کے لئے اسے کسی خاص مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ اس لئے کہ بغاوت کھڑی کرنے والے راجاؤں کو

جب یہ خبر ہوئی کہ ان کی سرکوبی کے لئے اورنگ زیب عالمگیر کا ایک لشکر ان کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے تو اورنگ زیب عالمگیر کا نام ہی ان کے لئے خوف ودہشت بن گیا تھا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

لہٰذا بہار کا وہ علاقہ میر جملہ کے قبضہ میں آ گیا۔ اس کے بعد میر جملہ 14 جنوری 1662ء کو آسام پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہوا۔

آسام پر حملہ آور ہونے کے لئے میر جملہ کو سخت تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا اس لئے کہ اس سفر کے دوران اس کے لشکریوں کو راستے کی وجہ سے عجیب سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا اور چونکہ تمام راستہ گھنے جنگلوں اور تیز رفتار ندی نالوں سے بھرا پڑا تھا۔ اس کے علاوہ مقامی باغی تو ان سارے علاقوں سے واقف تھے۔ جبکہ میر جملہ اور لشکر کی اکثریت ان علاقوں سے کوئی خاص واقفیت نہیں رکھتی تھی مگر میر جملہ نے ان پر اس قدر تیزی اور شدت سے حملے کئے کہ جگہ جگہ باغیوں کو بدترین شکست دیتے ہوئے نہ صرف یہ کہ انہیں دریائے برہم پتر کے قریب پسپا ہونے کے لئے مجبور کر دیا بلکہ ان باغیوں کے پاس جو بڑی قوت تھی اسے بھی نیست ونابود کر دیا۔

اس ٹکراؤ کے باعث میر جملہ نے باغیوں پر حملہ آور ہو کر انہیں پے در پے شکستیں دے کر 18 اہم قلعوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد میر جملہ آگے بڑھا اور ان باغیوں کے دارالحکومت کے گھر گاؤں پر بھی وہ قابض ہو گیا تھا۔

باغیوں کے شہر، گڑھ، گاؤں پر قبضہ کرنے کے بعد میر جملہ نے حالات کا جائزہ لینا شروع کیا اس دوران آسام کا راجہ اور اس کے ساتھی پہاڑی علاقوں میں جا کر روپوش ہو گئے تھے۔ انہیں خبر ہو گئی تھی کہ اب میر جملہ ان پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کرے گا۔

دوسری طرف میر جملہ نے حالات کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کیا کہ آئندہ موسم برسات تک حالات کا رخ جانچا جائے کیونکہ وہ سارے علاقے اس کے اور اس کے لشکریوں کے لئے نئے تھے۔ لہٰذا پہلے وہ ان سے واقف ہونا چاہتے تھے اس کے بعد کوئی کاروائی کرنا چاہتے تھے۔

میر جملہ نے ان باغیوں کے دارالحکومت میں اپنے لشکر کا ایک حصہ چھوڑا۔ کچھ توپ خانے کو بھی وہاں رکھا اور خود لشکر کے ایک حصے کے ساتھ ایک قریبی موضع متھرا پور کی طرف کوچ کر گیا۔ متھرا پور کے قرب و جوار میں اس نے بہت سی اپنی چوکیاں قائم کر دیں تا کہ آنے والے دور میں ان چوکیوں کے ذریعہ دشمن کے خلاف پیش قدمی کرنے میں آسانی رہے اور ذرائع آمد و رفت پر بھی کڑی نظر رکھی جا سکے۔

چونکہ ان دنوں دریا کا پانی اترا ہوا تھا۔ لہٰذا دریا کو پار کر کے چوکیاں قائم کرنا آسان تھا۔ اس طرح میر جملہ نے اپنی کشتیوں یعنی بحری بیڑے کو بھی حرکت میں لاتے ہوئے وہاں سے لگ بھگ 18 میل کے فاصلے پر اپنا ایک بحری اڈہ بھی بنا دیا۔ میر جملہ اپنی طرف سے دشمن سے نمٹنے کے لئے اچھے انتظام کر رہا تھا۔ لیکن جب مئی کا مہینہ شروع ہوا موسم برسات کا آغاز ہوا تو سیلاب شروع ہو گیا۔ سیلابوں کی وجہ سے میر جملہ نے جو اپنے لشکر کے دو حصے کر دیئے تھے ان کے درمیان رابطہ منقطع ہو گیا اور اپنے لشکر کا وہ حصہ جو اس نے گڑھ گاؤں میں چھوڑا تھا وہ ایک طرح سے سیلابی پانی کے باعث محصور ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کے علاوہ میر جملہ کو یہ بھی مصیبت آن پڑی کہ سیلاب کی وجہ سے خوراک کی بہم رسانی اس حد تک مفلوج ہوئی کہ ہزاروں مویشی بھوکوں مر گئے سیلاب شروع ہوتے ہی باغیوں نے ان کی حفاظتی چوکیوں پر حملے شروع کر دیئے جو میر جملہ نے بنوائی تھیں۔ ساتھ ہی باغیوں نے میر جملہ کے اس حصے پر بھی شب خون مارنے شروع کر دیئے تھے جو اس وقت گڑھ گاؤں میں مقیم تھا۔

اب میر جملہ کے لشکر کے دونوں حصے ایک طرح سے اذیت ناکی میں مبتلا ہو گئے تھے اور اس پر مزید مصیبت یہ آن پڑی کہ اگست کے مہینے میں میر جملہ کے پڑاؤ میں جو گڑھ گاؤں میں واقع تھا وبا پھوٹ پڑی۔ اس وبا کی وجہ سے مغل لشکری اتنی کثیر تعداد میں مرنے لگے کہ دیکھتے ہی دیکھتے میر جملہ کے لشکر کی تعداد ایک چوتھائی کے لگ بھگ رہ گئی۔

دوسری طرف سیلاب کا زور ابھی تک جاری تھا۔ لہٰذا مناسب خوراک اور

دوائیں بھی میسر نہ تھیں۔ بڑے سالاروں سے لے کر عام لشکری تک فاقہ کشی کا شکار ہونے لگے کبھی کبھی انہیں موٹا چاول اور فاقہ زدہ بیمار بیلوں کا گوشت مل جاتا۔اس طرح میر جملہ بڑی مصیبت میں اپنے لشکر کی گزر اوقات کرنے لگا تھا۔

اس وبا کی وجہ سے میر جملہ کے لشکر ہی کو نقصان نہ ہوا بلکہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس وبا سے آسام کی شہری آبادی سے بھی لگ بھگ سوا دو لاکھ افراد موت کا لقمہ بن گئے ان حالات کے پیش نظر میر جملہ نے سیلاب کم ہونے کے بعد متھرا پور کے توپ خانے اور بچے کھچے لشکریوں کو بھی گڑھ گاؤں میں منتقل کر دیا تھا۔

برسات کا موسم جب ختم ہوا۔اکتوبر کے مہینے میں سیلابوں کے ریلے میں کمی آ گئی تب رسد کا سلسلہ اور نظام بھی بحال ہو گیا اس کے بعد میر جملہ نے باغی راجہ کے خلاف پھر اپنی کاروائی شروع کر دی اور جا بجا اسے شکست دے کر اس کا ناطقہ بند کر دیا۔

باغی راجہ اپنے لشکر کے ساتھ پھر کوہستانی سلسلوں کی طرف بھاگ گیا تھا۔ وہاں مغل تعاقب نہیں کر سکتے تھے اس لئے کہ وہ علاقہ گھنے جنگلوں پر مشتمل تھا: جہاں سے اجنبی لشکر کا گزرنا بڑا مشکل تھا۔ بہرحال میر جملہ نے بار بار باغیوں پر حملہ آور ہو کر نہ صرف انہیں بے پناہ نقصان پہنچایا بلکہ ان کی پناہ گاہوں کو بھی تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

باغی راجہ نے جب دیکھا کہ کسی طرح بھی میر جملہ سے نجات نہیں ملتی اور یہ کہ اگر حالات جوں کے توں رہے تو پھر میر جملہ اس کا اور اس کے سارے ساتھیوں کا خاتمہ کر دے گا۔ لہٰذا اس نے صلح کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی

اور اس صلح کی درخواست کے نتیجہ میں راجہ نے اورنگ زیب عالمگیر کو 20 ہزار تولے سونا سوا چار لاکھ تولے چاندی 110 ہاتھی دینا قبول کیا۔ علاوہ ازیں اس نے اپنی ایک لڑکی بھی اورنگ زیب کے حرم میں بھیجی اور آئندہ اس نے اورنگ زیب کا مطیع اور فرمانبردار رہنے کا عہد کیا۔

اس طرح میر جملہ نے ایک طرح سے باغی راجہ کو جھکنے پر مجبور کر دیا تھا لیکن اس کی بدقسمتی کہ جب وہ یہ ساری کاروائی مکمل کرنے کے بعد واپس ہوا تو بیمار پڑ کر مر گیا۔

اورنگ زیب عالمگیر کے اس سالار میر جملہ نے بڑی ذہانت بڑی دانشمندی، دلیری اور فہم وفراست سے باغیوں کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ گو باغی بار بار لشکر پر حملہ آور ہوتے تھے۔ اس کے باوجود وہ ان سے بے حد رواداری کا سلوک کرتا کسی سے بھی اس نے کبھی غیر انسانی سلوک نہ کیا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ بلاشبہ ان باغی علاقوں کو مطیع اور فرمانبردار کرنے کا کام میر جملہ ہی ادا کر سکتا تھا۔

باغی راجہ نے جو اورنگ زیب کو تاوان جنگ ادا کیا تھا تو ساتھ ہی اس نے آئندہ باغیانہ سرگرمیاں جاری نہ رکھنے کا عہد بھی کیا تھا۔ لیکن صرف چار سال بعد اس راجہ نے پھر اورنگ زیب عالمگیر کے خلاف بغاوت کر دی۔ ان چار سالوں کے دوران راجہ بڑی تیزی اور تن دہی سے اپنے لشکر میں اضافہ کرتا رہا۔ اپنی عسکری طاقت وقوت میں خوب اضافہ کیا۔ دوسرے اسے یہ بھی خبر ہو چکی تھی کہ میر جملہ اب مر چکا ہے اور شاید کوئی دوسرا سالار اس پر قابو نہ پا سکے۔ لہٰذا اس نے اعلانیہ جنگ کی ابتداء کر دی۔ میر جملہ نے اس سے پہلے جو علاقے فتح کئے

تھے۔ان پر بھی قبضہ کرلیا۔حتیٰ کہ اس نے گوہاٹی شہر پر بھی قبضہ کرلیا تھا۔

اورنگ زیب عالمگیر نے اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے سب سے پہلے اپنے ایک سالار راجہ رام سنگھ کو روانہ کیا لیکن میر جملہ کی طرح راجہ رام سنگھ میں نہ ذہانت تھی نہ فراست اور نہ شجاعت اور نہ اولوالعزمی۔لہٰذا باغیوں کے مقابلے میں اسے کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی جس کی بناء پر اورنگ زیب نے اسے واپس بلالیا اور اس کی جگہ اپنے ایک سالار شائستہ خان کو باغیوں پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا۔

باغی راجہ کو جب خبر ہوئی کہ راجہ رام سنگھ تو واپس چلا گیا ہے اور اب اس کی جگہ اس پر حملہ آور ہونے کے لئے اورنگ زیب نے اپنے سالار شائستہ خان کو بھیجا ہے جو جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے تو خوفزدہ ہوکر راجہ نے پھر 50 ہزار کی رقم بطور نذرانہ پیش کی اور اطاعت وفرمانبرداری اختیار کرلی۔

باغیوں سے کسی قدر امن ہونے کے بعد اب شائستہ خان نے چٹاگانگ کی طرف توجہ دی۔دراصل مغلوں کی سلطنت اور برما کی حکومت کے درمیان دریائے فینی حد فاصل خیال کیا جاتا تھا۔اس دریا کو عبور کرکے عموماً بحری قزاق جن کی پشت پناہی پرتگالی کرتے تھے وہ چٹاگانگ اور بنگال کے دوسرے علاقوں پر حملہ آور ہوکر دور دور تک لوٹ مار کا بازار گرم کرتے تھے۔

جہانگیر اور شاہ جہان کی حکومتوں کے دوران اس دریا پر ان قزاقوں کی مکمل طور پر بالادستی تھی۔دریا عبور کرکے یہ قزاق بنگال میں داخل ہوتے اور دور تک لوٹ مار کرتے چلے جاتے۔بہت سے مسلمانوں اور ہندوؤں کو اغواء کرکے لے جاتے اور انہیں غلام بنا کر ان سے چھوٹے موٹے کام لینا شروع کردیتے۔چٹاگانگ کے

ساتھ ساتھ ان قزاقوں کی سرگرمیاں باقر گنج اور ڈھاکہ تک بھی پھیلی ہوئی تھیں۔

شائستہ خان نے سب سے پہلے اس بات کا جائزہ لیا اور یہ محسوس کیا کہ ان قزاقوں اور پرتگالیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اس کے پاس تیز رفتار کشتیوں کا ایک بحری بیڑہ ہونا چاہیئے اور اگر اس کے پاس کشتیاں نہ ہوئیں تو وہ کسی بھی صورت ان بحری قزاقوں اور پرتگالیوں سے نمٹ نہیں سکتا۔ جن کے پاس بڑے جہازوں کے علاوہ ان گنت کشتیاں بھی تھیں۔ جن کی مدد سے دریا پار کر کے وہ مغلوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔

یہ سوچتے ہوئے شائستہ خان نے سب سے پہلے صرف ایک سال کی مدت میں 300 کشتیوں پر مشتمل ایک بحری بیڑہ تیار کیا۔ بحری بیڑے کی تیاری کے بعد 14 دسمبر 1665ء کو شائستہ خان نے ڈھاکہ سے اپنے بحری کشتیوں اور بری لشکر کے ساتھ کوچ کیا اس موقع پر اس کا لڑکا امید خان بھی اس کے ساتھ تھا۔ خشکی پر لشکر بحری بیڑے کے ساتھ ساتھ راستہ بناتے ہوئے آگے بڑھتا رہا۔

فروری 1666ء میں آخر مغلوں کے اس لشکر اور بحری بیڑے نے باغیوں پر حملہ کیا اور انہیں بدترین شکست دی اور چٹاگانگ کی طرف پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔

باغی جب چٹاگانگ کی طرف بڑھے تو مغلوں کے لشکر نے بھی ادھر کا رخ کیا ایک بار پھر ان کے ساتھ خوفناک جنگ ہوئی جس کے نتیجہ میں مغلوں کے لشکر نے نہ صرف یہ کہ چٹاگانگ شہر پر قبضہ کر لیا بلکہ قزاقوں کے علاوہ پرتگالیوں کے بھی 135 جہازوں اور کشتیوں پر قبضہ کر لیا۔ اس فتح کے بعد شائستہ خان نے چٹاگانگ شہر کا نام بدل کر اسلام آباد رکھ دیا۔ اس طرح اب شائستہ خان نے

چٹاگانگ کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنالیا تھا۔

اس طرح شائستہ خان نے مغلوں کی مشرقی سرحدوں کو ایک طرح سے محفوظ کر کے رکھ دیا تھا۔ لیکن اسی دوران اورنگ زیب عالمگیر کو اپنی مغربی سرحدوں پر ایک نئی کشمکش میں مبتلا ہونا پڑا۔

وہ اس طرح کہ وہ افغان قبائل جو مختلف دروں کے اندر آباد تھے وہ افغانستان کی طرف سے آنے والے اور افغانستان کی طرف جانے والے قافلوں پر حملہ آور ہو کر انہیں لوٹ لیا کرتے تھے۔ اورنگ زیب کو ان کی کاروائیوں پر بڑی تشویش ہوئی۔ دروں میں رہنے والے ان قبائل کی گزر وبسر کے لئے اورنگ زیب نے 6 لاکھ کی خطیر رقم مہیا کی اورنگ زیب چاہتا تھا کہ ان پر حملہ آور نہ ہوا جائے بلکہ ان کی مالی مدد کر کے انہیں قافلوں کی لوٹ مار کرنے سے روکا جائے لیکن اتنی بڑی رقم لینے کے باوجود بھی ان دروں میں رہنے والے وہ افغانی قافلوں پر حملہ آور ہونے سے نہ رکے۔

1667ء کے شروع میں سب سے پہلے یوسف زئی قبیلہ اورنگ زیب کے خلاف حرکت میں آیا۔ یہ لوگ سوات اور باجوڑ میں رہائش پذیر تھے محمد شاہ نام کے ایک شخص نے انہیں منظم کیا اور یوسف زئی قبیلے کا ایک لشکر لے کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے اٹک کے قریب دریائے سندھ کو عبور کر کے ضلع ہزارہ پر حملہ کر دیا یہاں جو مغلوں کی چوکیاں تھیں انہیں بھی بے پناہ نقصان پہنچایا۔

یوسف زئی قبیلے ہی نے پشاور کے مغربی حصوں میں بھی لوٹ مار مچادی چنانچہ وہاں کے مغل سالار کامل خان نے ان پر قابو پانا چاہا لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔

مئی 1667ء میں مغل لشکر کو ایک سالار شمشیر خان کی سرکردگی میں دریائے سندھ کو عبور کر کے یوسف زئی کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا گیا۔ شمشیر خان یوسف زئی علاقوں میں گھس گیا اور انہیں شدید نقصان پہنچایا اور ان کے گاؤں کے گاؤں اس نے تباہ کر کے رکھ دیئے اور یوسف زئی قبائل کے بہت سے علاقوں پر اس نے قبضہ کر لینے کے بعد دریائے پنج شیر تک ان کا پیچھا کیا۔

ستمبر کے مہینے میں مغلوں کی طرف سے افغانستان کے والی محمد امین خان نے بھی ایک مہم کا آغاز کیا اس نے بھی یوسف زئیوں کو کافی نقصان پہنچایا اور اس کے بعد یوسف زئیوں کو کئی سال تک بغاوت کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

اس کے بعد خیبر کے قبائل نے 1672ء میں بغاوت شروع کر دی۔ اس کے ساتھ ہی آفریدی قبائل نے سردار اکمل خان کی سرکردگی میں نہ صرف بغاوت کا طریقہ اپنایا بلکہ اکمل خان کو انہوں نے بادشاہ تسلیم کر لیا اور مغلوں کے خلاف جہاد کا نام دے کر ایک نئی تحریک کا آغاز کر دیا۔

اکمل خان کی طاقت وقوت اس قدر بڑھی کہ وہ افغانستان کے گورنر محمد امین خان پر بھی حملہ آور ہوا۔ وہاں انہوں نے مغل لشکر کو شدید نقصان پہنچایا تاہم محمد امین خان کسی نہ کسی طرح ان سے بچ کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

کہتے ہیں آفریدیوں نے اپنے ان حملوں کے دوران لگ بھگ دس ہزار افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور لاکھوں روپے کا ساز و سامان لوٹ لیا اور 20 ہزار مردوں وعورتوں کو گرفتار کر لیا۔ گرفتار کئے جانے والوں میں افغانستان کے مغل والی امین خان کی ماں، بیوی اور لڑکی بھی شامل تھیں۔ اس فتح کے بعد

اکمل خان کے ساتھ قندھار تک بھی قبائل شامل ہو گئے اس طرح اس کی طاقت و قوت میں اضافہ ہو گیا۔ انہی دنوں مشہور و معروف شاعر خوشحال خان خٹک بھی آفریدیوں کے ساتھ جاملا اور مغلوں کے خلاف لڑتا رہا اس نے اپنے اشعار سے بھی افغانوں میں ایک نئی روح پھونکنے کی کوشش کی۔

اس گھمبیر صورت حال کو دیکھتے ہوئے اورنگ زیب عالمگیر نے محمد امین خان کو واپس بلا لیا اور اس کی جگہ دکن سے مہابت خان کو بلا کر افغانستان کا حاکم مقرر کیا۔ لیکن مہابت خان کوئی کامیابی نہ حاصل کر سکا اور خیبر کا راستہ پہلے ہی کی طرح بند رہا۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے مہابت خان کو واپس بلا لیا گیا اور اس کی جگہ شجاعت خان اور ایک اور سالار جسونت سنگھ کو راجپوتوں کے ایک لشکر کے ساتھ بھیجا گیا۔

اورنگ زیب نے اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ صورت حال کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اس نے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ خود مغرب کا رخ کیا اور حسن ابدال پہنچ گیا اس موقع پر اس کے ساتھ ایک ترک سردار اوغر خان بھی تھا۔ جس کی بہادری، شجاعت، دلیری اور طاقت کا ان دنوں دور دور تک چرچا اور دھوم تھی۔

سب سے پہلے اورنگ زیب نے دو کام کئے وہ قبائلی سردار جو امن پسند تھے ان کی اس نے پنشن اور روزیے مقرر کر دیئے۔ جو بغاوتوں میں حصہ لے رہے تھے ان پر اس نے اوغر خان کو مسلط کیا جو جنگ کرنے کا وسیع تجربہ رکھنے کے ساتھ ساتھ بغاوتوں کو کچلنے اور لشکروں کو شکست دینے کا بھی ماہر تھا۔ اوغر خان کی ترکتاز اور یلغار کے نتیجے میں غوری و غلوئی و شیرانی اور یوسف زئی قبیلے کی سرگرمیاں نہ صرف مانند

پڑ گئیں بلکہ دیگر آزاد قبائل نے بھی اورنگ زیب کی اطاعت قبول کر لی۔

اس طرح اوغر خان اپنی سرگرمیوں میں بڑا کامیاب رہا۔ اوغر خان سے متعلق مورخین لکھتے ہیں کہ اس نے ان جنگوں میں اس قدر عظیم کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ اس کے کارناموں کی وجہ سے ان علاقوں میں اس کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ افغان عورتیں اس کا نام لے کر اپنے بچوں کو سلایا کرتی تھیں۔

اس طرح 1675ء تک ان علاقوں میں اورنگ زیب نے مکمل طور پر قابو پاتے ہوئے وہاں امن قائم کر دیا۔ حتیٰ کہ اورنگ زیب دلی واپس چلا گیا۔ اس کے بعد اس نے ایک شخص امیر خان کو کابل کا والی مقرر کیا۔ امیر خان نے نہایت کامیابیوں کے ساتھ حالات کو قابو میں رکھا۔ اس نے قبائلی سرداروں کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم کئے اور ان کے اندر گھل مل گیا۔ حتیٰ کہ قبائلی اپنے معاملات میں بھی اس سے مشورہ کرنے لگے۔

دوسری طرف افغان رہنما اکمل خان کی طاقت اور قوت بھی منتشر ہو چکی تھی جس کی وجہ سے آفریدیوں نے بھی مغلوں سے دوستانہ تعلقات قائم کر لئے اور درہ خیبر کے ذریعہ پر امن طور پر قافلے آنے جانے لگے۔ تاہم صرف خوشحال خان خٹک تنہا لڑتا رہا اور اس کا بیٹا بھی اس کا ساتھ چھوڑ گیا۔ خوشحال خان کو آخر کار گرفتار کر کے جلاوطن کر دیا گیا اور اس نے زندگی بھر اورنگ زیب کے خلاف اشتعال انگیز نظمیں کہنے پر ہی قناعت کی۔
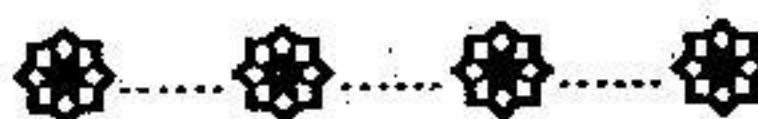
بنگال اور شمال مغربی علاقوں میں بغاوتیں ختم کرنے اور حالات کو سنوارنے کے بعد کئی اور مقامات پر اورنگ زیب کے خلاف بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔

پہلی بغاوت اور سرکشی 1669ء میں متھرا کے جاٹوں نے کی۔ متھرا میں جو اس وقت اورنگ زیب کا والی تھا اس کے خلاف جاٹوں نے مہم شروع کی چاروں طرف انہوں نے تباہی مچا کر رکھ دی ان جاٹوں کی بغاوت کو ختم کرنے کے لئے اورنگ زیب نے اپنے ایک سالار حسن علی خان کو روانہ کیا اس نے جاٹوں کو بدترین شکست دی اس طرح متھرا کے جاٹوں کی بغاوت کو ختم کر دیا گیا۔

دوسری بغاوت 1672ء میں دلی کے قریب ترنول میں ست نامیوں نے کھڑی کی۔ ست نامیوں کو منڈے بھی کہا جاتا تھا کیونکہ اپنے تمام بال حتیٰ کہ بھنویں بھی صاف رکھتے تھے۔

ست نامیوں نے دارلحکومت کو جانے والا اناج بھی روک دیا۔ اس کے علاوہ وہ دارلحکومت دہلی کو جہاں جہاں سے بھی ضروریات کی اشیاء جاتی تھیں وہ ان ست نامیوں نے روکنی شروع کر دیں۔ ست نامیوں نے بغاوت کھڑی کرنے کی وجہ یہ بتائی کہ مغلوں کے ایک لشکری کے ساتھ کسی ست نامی کا معمولی

تنازعہ ہو گیا تھا اور اس تنازعہ کو ست نامیوں نے مذہبی رنگ دے دیا تھا۔

اس دوران ست نامیوں کی بغاوت کو مزید تقویت ملی اس لئے کہ ایک ہندو عورت اس موقع پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے خود کو دیوی ظاہر کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف جنگ برپا کرنے کا حکم دیا اور مقامی ہندوؤں سے وعدہ کیا کہ وہ اپنی قوت کے بل بوتے پر ہندوؤں کو فتح سے ہمکنار کر دے گی۔

ست نامیوں اور نئی اٹھنے والی دیوی کا خاتمہ کرنے کے لئے پہلے چھوٹے چھوٹے مغل دستے روانہ کئے گئے لیکن ست نامیوں کے خلاف کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ ان ناکامیوں کی وجہ سے مقامی ہندوؤں کو یقین ہو گیا کہ ان کی دیوی فی الواقعہ پراسرار قوتوں کی مالک ہے لہٰذا ان کے حوصلے بڑھے اور انہوں نے ترنول میں اور اس کے گردونواح کے سارے علاقوں میں لوٹ مار مچانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ چاروں طرف نظم ونسق کو تباہ کر کے رکھ دیا۔

اورنگ زیب کو جب ان حالات کی خبر ہوئی تو وہ بڑا برہم ہوا آخر اورنگ زیب نے ایک لشکر ان کی سرکوبی کے لئے بھجوایا اور اس لشکر نے نہ صرف ست نامیوں بلکہ دیوی ہونے کا دعویٰ کرنے والی اس عورت پر بھی حملہ آور ہو کر انہیں روند کر رکھ دیا اور اس بغاوت کو سختی کے ساتھ کچل دیا۔

تیسری بغاوت سکھوں کی طرف سے اٹھ کھڑی ہوئی یہ بڑی سخت اور شدید بغاوت تھی۔ دراصل سکھوں کے پیشوا گرونانک نے سولھویں صدی کے شروع میں سکھ مذہب کی بنیاد ڈالی تھی۔ سترھویں صدی تک سکھ ایک فوجی تنظیم کی صورت اختیار کر چکے تھے گرونانک جب تک زندہ رہا اس کا صرف یہ نعرہ تھا۔

"خدا ایک ہے، سچا ہے، لافانی ہے، نا قابل دید ہے اور وحد الوجود ہے۔"

اس کے علاوہ گرونانک نے بڑی سختی سے بت پرستی کی مخالفت کی تھی اور اس نے سکھوں کو انہی عقائد کا درس دیا تھا جو مسلمانوں کے بھی بنیادی عقائد ہیں۔

بابا گورونانک کے بعد جس نے بھی ان کے مشن کی تکمیل کے لئے جدوجہد کی اور سکھوں کی قیادت سنبھالی اسے گرو کا نام دیا گیا۔

سکھوں کے کل دس گرو ہوئے جن میں آخری گرو گوبند سنگھ تھا رفتہ رفتہ سکھوں نے باقاعدہ فوجی تنظیم کی صورت اختیار کر لی تھی۔

جہانگیر کے دور میں انہوں نے کئی مقامات پر بغاوتیں بھی کھڑی کیں۔ لیکن 1661ء میں سکھوں کے درمیان اس بناء پر پھوٹ پڑ گئی کہ بیک وقت دس افراد نے گرو ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ آخر سکھوں نے اس مشکل کو حل کرنے کے لئے ایک شخص تیغ بہادر کو اپنا گرو تسلیم کر لیا۔

گرو بنتے ہی تیغ بہادر نے اپنی طاقت اور قوت کے زعم میں اورنگ زیب عالمگیر کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کھڑی کر دی لیکن جب عالمگیر اس کے خلاف حرکت میں آیا تو تیغ سنگھ کی ساری طاقت وقوت کو اورنگ زیب نے پاش پاش کر کے رکھ دیا اور تیغ سنگھ کو گرفتار کر کے دہلی لایا گیا اور وہاں شاہی حکم کے تحت اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ تیغ بہادر کے بعد اس کا بیٹا گوبند سنگھ گرو بن بیٹھا اور اپنے باپ کے قتل کے بعد اس نے سکھوں کو ایک فوجی تنظیم کی صورت میں مسلح کرنا شروع کر دیا۔

یہ لوگ مملکت کے لئے خطرہ ثابت ہونے لگے گوبند سنگھ نے ہر سکھ کے

لئے فوجی تربیت ضروری قرار دے دی۔ ساتھ ہی اس نے سکھوں کے لئے وردیاں مقرر کیں ہر قسم کی قربانی دینے کا حلف لیا اور مسلمانوں کے خلاف کھلی کاروائیاں شروع کر دیں۔

سکھوں کے ساتھ ساتھ اس گرو گوبند سنگھ نے ہندوؤں کو بھی مسلمانوں کے خلاف اٹھایا۔ اس نے اپنے لشکر کا نام خالصہ رکھا اور اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ سکھوں کی حکومت قائم کر کے رہے گا۔

سکھ مذہب اختیار کرنے والوں میں زیادہ تر جاٹ تھے گرو گوبند سنگھ نے ذات پات کے امتیاز کو حرام قرار دے دیا یوں سکھوں کو تقویت ملی ان کے لشکر کی تعداد بڑھتی گئی اور ان کے لشکر خالصہ میں بہت سے لوگ شامل ہونا شروع ہو گئے۔

گرو گوبند سنگھ پہلے شمالی حصوں میں جموں سے گڑھ وال تک چھوٹے چھوٹے پہاڑی راجوں اور مقامی مسلمان سرداروں پر حملہ آور ہوتا رہا۔ کبھی کبھی مغلوں کے چھوٹے چھوٹے لشکروں سے بھی اس کی جھڑپیں ہوئیں۔ آخر کار گرو گوبند سنگھ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ آنند پور کے قلعے میں محصور ہوا۔ اورنگ زیب نے جب دیکھا کہ گوبند سنگھ اپنی حدود سے بڑھتا جا رہا ہے اور سکھوں کو بری طرح مسلح کرنے لگا ہے تب اورنگ زیب گوبند سنگھ کے خلاف حرکت میں آیا اتنی سختی اور اتنی شدت کے ساتھ گوبند سنگھ پر حملے شروع کئے کہ گوبند سنگھ آنند پور سے بھاگ کر پنجاب کے میدانی علاقوں کی طرف بڑھا۔

لیکن اب مغل اس کے پیچھے لگ گئے تھے۔ گوبند سنگھ ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگتا رہا آخر ایک جاٹ کے گھر میں قیام کے دوران اس کا محاصرہ کر لیا گیا

اس محاصرے کے دوران اس کے دو لڑکے مارے گئے اور وہ خود بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا گو بند سنگھ جگہ جگہ پھرتا رہا اور کئی بار وہ مغلوں کے حملے سے بار بار بچا آخر سرہند کی طرف بڑھا سرہند میں پھر اس کا مغلوں کے ساتھ ٹکراؤ ہوا اور وہاں اس کے دو اور لڑکے جنگ میں کام آ گئے۔ اس طرح گو بند سنگھ بڑا مایوس ہوا جب اس نے دیکھا کہ سکھ بھی اس کا ساتھ چھوڑتے جا رہے ہیں اور اس کی طاقت وقوت نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہے تب وہ بیکانیر کے راستے دکن کی طرف بھاگ گیا۔

چوتھی بغاوت مارواڑ کے راٹھوروں نے کھڑی کی۔ مارواڑ کا ہندو راجہ جسونت سنگھ اورنگ زیب کا مطیع اور فرمانبردار تھا۔ 1678ء میں اس نے وفات پائی چونکہ راجہ جسونت سنگھ راٹھور کا کوئی وارث نہ تھا لہٰذا اورنگ زیب نے یہ ریاست اپنی حکومت میں شامل کر لی۔ اس کے بعد حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اورنگ زیب نے مارواڑ پر ایک شخص اندر سنگھ کو حاکم مقرر کر دیا۔

اب راجہ جسونت سنگھ کی موت کے بعد اس کی دونوں بیویوں کے ہاں لڑکے پیدا ہوئے۔ ان میں ایک تو جلدی مر گیا۔ دوسرے لڑکے کو اس کی ماں اورنگ زیب کے دربار میں لے کر پہنچی اور اس کے وارث تخت ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ بھی کہا کہ ریاست مارواڑ اسے واپس کر دی جائے اور اندر سنگھ کو حکمران سے علیحدہ کیا جائے۔

اس رانی کے آنے پر اورنگ زیب نے رحم دلی سے کام لیتے ہوئے رانی سے وعدہ کیا کہ اس کا بچہ ابھی شیر خوار ہے اور جب تک وہ بالغ نہیں ہو جاتا ریاست میں مغلوں ہی کا انتظام رہے گا۔ بچے کی پرورش بھی اورنگ زیب نے شاہی حرم میں

کرانے کا وعدہ کیا اور اسے ریاست کے راجہ کی حیثیت سے وظیفہ دیا جانے لگا۔

راٹھوروں کا ایک اور سردار درگا داس تھا اسے جب خبر ہوئی کہ مارواڑ کا راجہ مسلمانوں کے ہاں پرورش پا رہا ہے اور مستقبل میں وہی حکمران بنے گا تب اس درگاداس نے اپنے مفاد کی خاطر راٹھوروں کو مغلوں کے خلاف اکسانا شروع کر دیا۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے درگا داس نے مغلوں کے خلاف کاروائی کرنے کا فیصلہ کیا۔ درگا داس نے اندر سنگھ سے مارواڑ کی حکومت چھین لی اور اپنی طاقت میں اضافہ کرنے لگا۔ اسی دوران میواڑ کے راجہ مہارانا راج سنگھ نے بھی مارواڑ کے راٹھوروں کی حمایت میں بغاوت کھڑی کر دی۔

اس موقع پر اورنگ زیب نے تین لشکر درگا داس اور مہارانا راج سنگھ کی سرکوبی کے لئے روانہ کئے ایک لشکر اپنے سالار حسن خان کی قیادت میں روانہ کیا گیا۔ دوسرا اورنگ زیب نے اپنے بیٹے اکبر کی سرکردگی میں تیسرا اپنے دوسرے بیٹے شہزادہ اعظم کی سرکردگی میں روانہ کیا تھا۔ اس طرح راٹھوروں کی بغاوت کو مکمل طور پر ختم کر دیا گیا۔ جب شکست اٹھا کر مہارانا راج سنگھ پہاڑی علاقوں میں جا کر چھپ گیا۔ اسی دوران اسے نہ جانے کیا سازش سوجھی کہ وہ پہاڑوں سے اترا اور اس نے اورنگ زیب کے بیٹے اکبر کے ساتھ ملاقات کر کے بیٹے کو باپ کے خلاف اکسانا شروع کر دیا۔ مہارانا راج سنگھ نے اورنگ زیب کے بیٹے اکبر کو یہ ترغیب دی کہ اگر وہ اس کے ساتھ تعاون کرے اور جس قدر لشکر ان کے پاس ہے اس کے ساتھ وہ مہارانا راج سنگھ کے ساتھ مل جائے تو پھر اورنگ زیب کے خلاف حرکت میں آتے ہوئے مہارانا راج سنگھ اورنگ زیب کی جگہ

شہزادہ اکبر کو ہندوستان کا شہنشاہ بنادے گا۔

مہارانا راج سنگھ کے علاوہ درگاداس نے بھی شہزادہ اکبر کو یہ ترغیب دی کہ اگروہ مغل سلطنت کی سلامتی اور اپنا حق وراثت محفوظ رکھنا چاہتا ہے تو نہ صرف اپنے اجداد کی پالیسی پر عمل کرے اور راجپوتوں کو دبانے کا خیال ترک کردے اور اگروہ عزت وعظمت چاہتا ہے۔ پھر اپنے باپ اورنگ زیب کو علیحدہ کر کے خود تاج وتخت کا مالک بن جائے۔

اورنگ زیب کا بیٹا اکبر مہارانا راج سنگھ اور درگاداس کی ان باتوں میں آ گیا اس کے علاوہ سارے راٹھور بھی اکبر کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے اس طرح اکبر کو خاصی طاقت وقوت حاصل ہوئی۔ شاید وہ اسی وقت اورنگ زیب کے خلاف بغاوت کھڑی کردیتا لیکن حالات کی ستم ظریفی تھی کہ انہی دنوں مہارانا راج سنگھ کی موت کے باعث اس سازش کے شروع ہونے میں کچھ تاخیر ہوگئی۔

اس لئے کہ مہارانا راج سنگھ کے بعد اس کا بیٹا جے سنگھ میواڑ کا راجہ ہوا تھا۔ لہٰذا اسے اپنے ساتھ ملانے کے لئے کچھ وقت لگا۔

اکبر درگاداس اور جے سنگھ نے پہلے حالات کا جائزہ لیا انہوں نے جب دیکھا کہ اورنگ زیب عالمگیر کے مختلف سالار مختلف لشکروں کو لے کر سلطنت کے مختلف حصوں میں امن قائم کرنے کے لئے پھیلے ہوئے ہیں اور اورنگ زیب نے اس وقت اجمیر میں قیام کیا ہوا ہے اور اس کے پاس چھوٹا سا ایک لشکر ہے تب انہوں نے اورنگ زیب پر حملہ آور ہو کر اس سے تخت وتاج چھین لینے کا بہترین موقع جانا۔ لہٰذا 1681ء میں ان باغیوں نے اپنے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اجمیر

کا رخ کیا اور 11 جنوری 1681ء کو اورنگ زیب کے بیٹے اکبر نے اپنے شہنشاہ ہونے کا اعلان کر دیا اور راجپوت اتحادیوں کے ساتھ اپنے باپ اورنگ زیب پر قابو پانے کے لئے بڑی تیزی سے اس نے پیش قدمی شروع کر دی تھی۔

دوسری طرف اورنگ زیب عالمگیر کی حالت یہ تھی کہ اس وقت اس نے چھوٹے سے ایک لشکر کے ساتھ اجمیر میں قیام کیا ہوا تھا اور اس کے دوسرے سارے بیٹے جو اس کے وفادار تھے وہ بھی اس وقت اس کے پاس نہیں تھے بلکہ مختلف لشکروں کو لے کر سلطنت کے مختلف حصوں میں امن قائم کرنے کی خاطر پھیلے ہوئے تھے لیکن اورنگ زیب عالمگیر کو جب اپنے بیٹے اکبر کی اس بغاوت کا علم ہوا تو اسے اس کے اس رویے کا انتہائی اور سخت رنج اور صدمہ ہوا کیونکہ اسے اپنی تمام اولاد میں سے زیادہ محبت اکبر ہی سے تھی دوسری طرف اورنگ زیب عالمگیر کے وفادار سالار اور اس کے دوسرے بیٹے بھی حالات سے واقف ہو گئے لہٰذا سب سے پہلے اورنگ زیب کا بیٹا معظم ایک خاصا بڑا لشکر لے کر برق رفتاری کے ساتھ سفر کرتا ہوا اجمیر میں اپنے باپ کے پاس پہنچ گیا۔ دوسرے سالار بھی بڑی تیزی سے اورنگ زیب کے پاس جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ جو لشکر اکبر درگا داس اور جے سنگھ لے کر آ رہے تھے۔ گو اس کی تعداد اس لشکر سے کہیں زیادہ تھی جو اس وقت اجمیر میں اورنگ زیب عالمگیر کے پاس تھا لیکن اورنگ زیب نے اپنی روایتی جرأت مندی اور دلیری کا مظاہرہ کیا۔ اپنے بیٹے معظم اور دوسرے سالاروں کو لے کر وہ اجمیر سے نکلا۔ اجمیر سے لگ بھگ دس میل کے فاصلے پر اس نے باغیوں سے ٹکرانے کا عزم کر لیا تھا۔

اس موقع پر اورنگ زیب عالمگیر نے اپنی روایتی دانشمندی اور سوجھ بوجھ سے کام لیتے ہوئے بغیر لڑے ہی باغیوں کو بھاگ جانے اور منتشر ہونے پر مجبور کردیا تھا۔ دراصل اورنگ زیب کے بیٹے اکبر کو بغاوت پر اکسانے میں جہاں مہارانا راج اور درگا داس کا ہاتھ وہاں سب سے بڑی اکساہٹ اور سب سے بڑی مدد اورنگ زیب کے ایک سالار تہور خان کی طرف سے تھی۔

تہور خان جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا اور جو لشکر اس وقت اکبر کے پاس تھا اس کا سالار ایک لحاظ سے تہور خان ہی تھا اور یہ ساری جرأت اور جسارت اکبر نے تہور خان ہی کے بل بوتے پر کی تھی۔

اب حالات یوں تھے کہ تہور خان کا سسر جس کا نام عنایت خان تھا وہ اورنگ زیب کے لشکر میں شامل تھا اور اورنگ زیب کا انتہا درجہ کا وفادار تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر نے سب سے پہلا یہ کام کیا کہ عنایت خان کی طرف سے اس نے تہور خان کے نام ایک خط بھجوایا۔

اس خط میں تہور خان کے سسر عنایت خان نے تہور خان کو لکھتے ہوئے اصرار کیا کہ وہ صرف ایک بار اورنگ زیب سے مل لے تو اس کی تمام غلطیاں معاف کردی جائیں گی۔ بصورت دیگر اس کی بیویوں اور لڑکوں کو موت کے گھاٹ تار دیا جائے گا۔

جب تہور خان کو اپنے سسر کے طرف سے یہ خط ملا تو وہ اکبر درگا داس اور جے سنگھ کو بتائے بغیر رات کی گہری تاریکی میں تنہا اپنے خیمے سے نکل کر اورنگ زیب عالمگیر کی خیمہ گاہ میں داخل ہوا۔

اس کی بد قسمتی کہ جب وہ اورنگ زیب عالمگیر کے پڑاؤ میں داخل ہوا تو اورنگ زیب کے وفادار لشکری پہلے ہی اس کے خلاف تپے بیٹھے تھے ان کو یہ خبر نہیں تھی کہ اسے اس کے خسر عنایت نے طلب کیا ہے لہذا جونہی تہور خان پڑاؤ میں داخل ہوا کچھ لشکریوں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اسی دوران اورنگ زیب نے اپنے بیٹے اکبر کو ایک خط لکھا اور اس خط کے ذریعہ اس نے ایک طرح سے باغی راجپوتوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

اس خط میں اکبر کے نام اورنگ زیب نے لکھا کہ میں تمہاری پالیسی کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جس کے تحت تم نے دشمن راجپوتوں کو مجھ سے اتنا قریب کر دیا ہے کہ میں بہ آسانی اب ان کا خاتمہ کر سکتا ہوں۔ اورنگ زیب نے اس خط میں اکبر کو یہ بھی ہدایت کی تھی کہ آئندہ سے وہ راجپوتوں کو اپنے اور اورنگ زیب کے لشکر کے درمیان اس طرح صف آراء کر دے کہ دونوں طرف سے ان پر حملہ آور ہو کر ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔

اورنگ زیب کے وہ قاصد جو خط لے کر روانہ ہوئے انہوں نے اورنگ زیب کی ہدایت کے مطابق وہ خط اکبر کو دینے کی بجائے درگا داس کو تھما دیا۔

درگا داس نے جب وہ خط پڑھا تو اس کے پاؤں تلے سے تو زمین سمٹ کر رہ گئی۔ وہ اس خط سے متعلق گفتگو کرنے کے لئے اکبر کی طرف بھاگا۔ لیکن رات ہو چکی تھی اور وہ سو چکا تھا۔ لہذا اکبر کے محافظوں نے اسے جگانے سے انکار کر دیا۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے درگا داس تہور خان کی طرف بھاگا جب وہ اس کے خیمے میں گیا تو اس نے دیکھا کہ اس کا خیمہ بھی خالی ہے پتہ چلا کہ وہ تو

اورنگ زیب کی طرف چلا گیا ہے۔

تہور خان کی غیر موجودگی پر درگا داس اور زیادہ پریشان ہو گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ راجپوت شدید خطرے میں ہیں اور مغل ان کو دونوں طرف سے گھیر کر ان کا قتل عام شروع کر دیں گے۔ لہٰذا رات کی تاریکی میں راجپوت اپنی جانیں بچانے کے لئے لڑے بغیر بھاگ کھڑے ہوئے۔

رات کو جب راجپوت بھاگے تب بہت سے مغل لشکری جو تہور خان اور اکبر کا ساتھ دے رہے تھے وہ بھی چوری چھپے اورنگ زیب کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ شہزادہ اکبر کی جب صبح آنکھ کھلی تو اس نے اپنے ساتھ صرف 300 گھڑ سواروں کو پایا باقی سب اس کے باپ اورنگ زیب کے پاس چلے گئے تھے۔ راجپوت پہلے ہی غائب ہو چکے تھے۔

اس پریشانی میں اس نے اپنی بیویوں اور بچوں کو ساتھ لیا اور راجپوتوں کے پیچھے بھاگ کھڑا ہوا۔

لیکن مغلوں نے تعاقب کیا اور اس تعاقب کے دوران اکبر کی ایک بیوی دو لڑکے اور تین لڑکیاں اورنگ زیب کے پاس آ گئے۔

یہ صورتحال میواڑ کے راجہ کے لئے بڑی تشویش ناک تھی۔ اس لئے اس نے اورنگ زیب کی اطاعت اور فرمانبرداری قبول کر لی ت۔ اہم مارواڑ کے علاقے میں حالات بدستور کشیدہ ہی رہے۔
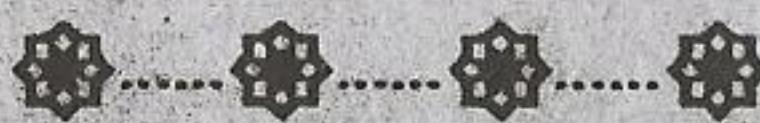
راجپوتوں کو زیر کرنے کے بعد اورنگ زیب عالمگیر کے لئے مرہٹوں کی صورت میں ایک اور مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس وقت مرہٹوں کی قیادت شیواجی کے ہاتھ میں تھی۔ شیواجی اپریل 1627ء کو ایک پہاڑی قلعے میں پیدا ہوا۔ اس کے باپ شاہ جی نے ایک عرصہ سے اس کی ماں جیجا بائی کو نظر انداز کر کے دوسری شادی رچالی تھی۔ چنانچہ قدرتی طور پر جیجا بائی کی تمام تر توجہ اپنے لڑکے شیواجی کی تعلیم و تربیت پر مرکوز ہو کر رہ گئی تھی۔

جیجا بائی بڑی کٹر قسم کی ہندو عورت تھی اور مسلمانوں سے شدید نفرت رکھتی تھی۔ لہٰذا اس نے شیواجی کے کانوں میں بچپن ہی سے مسلمانوں کے خلاف تعصب اور نفرت کی داستانیں بھرنا شروع کر دی تھیں۔ اس طرح جیجا بائی اپنے بیٹے کو مسلمانوں کے خلاف نفرت میں مبتلا کر کے اسے مسلمانوں کے خلاف جنگ پر اکساتی رہی۔

اس کے علاوہ جیجا بائی نے اپنے بیٹے شیواجی کی تربیت کے لئے جس استاد کا انتخاب کیا وہ بھی جیجا بائی کی طرح متعصب تھا اور اس نے بھی شیواجی کے ذہن میں مسلمانوں کے خلاف تعصب اور نفرت ہی بھری۔

جوان ہونے کے بعد اس شیواجی نے ہندو سادھوؤں سے ہندومت کے غلبہ کے لئے مشورے کرنا شروع کر دیئے۔ اس کا روحانی پیشوا ایک شخص سوامی رام داس تھا اور اس روحانی پیشوا نے شیواجی کو پہلا سبق یہ دیا کہ گائے اور برہمن کا تحفظ اس کے دھرم کا پہلا ستون ہے لہٰذا ہندوؤں سے گائے کے نام پر بڑی قربانی طلب کی جا سکتی ہے۔ سوامی رام داس نے شیواجی کو ہندو حکومت قائم کرنے کی ترغیب بھی دی تھی۔

شیواجی نے جس ماحول میں پرورش پائی تھی اس کا تقاضہ یہی تھا کہ وہ ایک ہندو حکومت قائم کرے اور مسلمانوں کی غلامی سے نجات حاصل کرے۔ اس کی نقل و حرکت اور منصوبہ بندیوں سے واضح ہونے لگا تھا کہ وہ پورے ہندوستان پر اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس نے ہندو حکمرانوں کے ساتھ اندر ہی اندر دوستی اور گٹھ جوڑ کرنا شروع کر دیا تھا۔ راجپوتوں کو بھی اپنے ساتھ ملانا شروع کر دیا تھا۔

اپنی عسکری کارروائیاں شروع کرنے سے قبل شیواجی نے ماول کے علاقے کے باشندوں کو اپنے ساتھ ملانا شروع کیا اور یہاں کے لوگ کھیتی باڑی چھوڑ کر شیواجی کی ملازمت میں شامل ہو گئے۔ شیواجی بچپن ہی میں حکمران بننے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ آخر اسے مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آنے کا ایک موقع مل گیا۔ 1644ء میں بیجاپور کا سلطان شدید علیل ہو گیا اور اس کی سلطنت میں لاقانونیت پھیلنے لگی اس لاقانونیت نے شیواجی کو موقع فراہم کر دیا جس کے باعث اس نے اپنے مقصد کو پورا کرنے کا تہیہ کر لیا۔

سب سے پہلے شیواجی نے پونا کے جنوب مغرب میں تونہ نام کے ایک قلعے پر قبضہ کرلیا اور اس کے بعد 5 میل کے فاصلے پر ایک اور قلعے رائے گڑھ پر بھی قابض ہوگیا۔ اس کے بعد اس نے کچھ جاگیروں اور مزید قلعوں مثلاً بارہ ندی، اندوہ پور اور بہت سے مزید قلعوں پر قبضہ کر کے خاصی بڑی اور مستحکم حیثیت اختیار کرلی۔

دوسری طرف بیجاپور کا سلطان جب کچھ تندرست ہوا اور اسے جب شیواجی کی سرگرمیوں کا علم ہوا تو اسے بڑی تشویش ہوئی۔ اب جب شیواجی نے دو اور علاقوں یعنی کلیاں اور کوکان پر بھی قبضہ کرلیا تو بیجاپور کے سلطان نے شیواجی کے خلاف حرکت میں آنے کا فیصلہ کرلیا۔

آخر بیجاپور کے سلطان نے اپنے ایک سالار مصطفےٰ کو مرہٹوں کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے کہا۔ مصطفےٰ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ شیواجی کے باپ شاہ جی کو گرفتار کر کے اس کی جاگیر ضبط کرلی۔

شیواجی کو جب اپنے باپ کی گرفتاری کی خبر ملی تو بڑا پریشان ہوا لہٰذا اس نے چالبازی سے کام لیتے ہوئے اپنی عسکری کاروائیاں بند کردیں۔

شیواجی کی اس کاروائی سے بیجاپور کا سلطان بھی کسی قدر مطمئن ہوگیا اس نے شیواجی کے باپ کو رہا کردیا۔ شیواجی بھی یہی چاہتا تھا اس نے خاموشی اختیار کر کے ایک طرح سے اپنے باپ کو رہا کرالیا تھا۔ لیکن بیجاپور کے سلطان نے شیواجی کے باپ شاہ جی کو تنبیہ کی تھی کہ وہ اپنے بیٹے شیواجی کو باغیانہ سرگرمی سے باز رکھے اور شاہ جی نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو باغیانہ

سرگرمیوں سے روکے گا۔

اپنے باپ کے کہنے پر شیواجی نے 6 سال تک بظاہر کوئی کاروائی نہ کی لیکن اندر ہی اندر وہ اپنے لشکر کی تعداد بڑھاتا رہا اور اپنی طاقت وقوت میں مزید اضافہ بھی کرتا رہا۔

6 سال کے بعد شیواجی نے پھر اپنی کاروائیوں کی ابتداء کر دی۔ اس پر بیجا پور کے سلطان نے اپنے ایک سالار افضل خان کو شیواجی سے نمٹنے کے لئے روانہ کیا اس موقع پر شیواجی نے بڑی مکاری سے کام لیا اور اس نے افضل خان سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ افضل خان ملاقات کے لئے تیار ہو گیا اور اس ملاقات کے دوران شیواجی نے اسے دھوکے سے ہلاک کر دیا اور اس کے لشکر کو لوٹ لیا۔

ان حالات کی خبر جب اورنگ زیب عالمگیر کو ہوئی تو اورنگ زیب نے اپنے سالار شائستہ خان کو دکن کا اپنی طرف سے وائسرائے بنا کر بھیجا۔ شائستہ خان اورنگ زیب کا ماموں بھی تھا۔ شائستہ خان ایک اچھا سالار تھا اور اورنگ زیب چاہتا تھا کہ وہ شیواجی کی سرکوبی کرے اتنی دیر تک بیجاپور کا سلطان بھی شیوا جی کے خلاف حرکت میں آ چکا تھا اور اس کے ایک سالار نے شیواجی پر حملہ آور ہو کر اس سے ایک قلعہ چھین لیا۔ اسی دوران 19 مئی کو شائستہ خان بھی اپنے لشکر کے ساتھ شیواجی کے علاقوں میں پہنچا تھا سب سے پہلے شائستہ خان پونا پر حملہ آور ہوا وہاں جس قدر شیواجی حمائتی تھے انہیں پیس کر رکھ دیا اور ان کا خاتمہ کرنے کے بعد پونا پر اس نے قبضہ کر لیا۔

پونا کے بعد شائستہ خان چگان نام کے قلعے کی طرف بڑھا اور اسے بھی شیواجی کے حامیوں سے خالی کرالیا۔ ان واقعات سے شیواجی کو بڑی مایوسی ہوئی اور اس نے اپنی کاروائیوں کا رخ ساحلی علاقوں کی طرف کرلیا۔ تاہم شائستہ خان نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی اور آگے بڑھ کر شیواجی کے ایک اور قلعے جس کا نام کلیان تھا اس پر بھی قبضہ کرلیا۔

شیواجی نے جب اندازہ لگایا کہ اورنگ زیب کا ماموں شائستہ خان تو اسے نیست ونابود کر کے رکھ دے گا۔ لہٰذا اس نے شائستہ خان کو نقصان پہنچانے کے لئے ایک مکارانہ تجویز پر عمل کرنے کا ارادہ کیا۔

شائستہ خان کے سالاروں میں سے ایک سالار جسونت سنگھ تھا۔ شیواجی نے اندر ہی اندر جسونت سنگھ کے ساتھ رابطہ قائم کیا اور جسونت سنگھ کو کہلا بھیجا کہ اگر وہ کسی موقع پر شائستہ خان کے حرم پر حملہ آور ہو تو وہ چشم پوشی سے کام لے۔ جسونت سنگھ نے اس کی پیش کش کو قبول کرلیا۔

چنانچہ شیواجی نے نہایت مکاری اور رازداری کے ساتھ نصف شب کے قریب پونا میں کچھ لوگوں کے ساتھ شائستہ خان کے حرم میں داخل ہو کر کئی لوگوں کو زخمی کر دیا عورتوں اور بچوں پر بھی ہاتھ اٹھانے سے گریز نہ کیا شائستہ خان کا ایک لڑکا، ایک سالار، چار خدمت گار اور حرم کی چھ عورتیں ہلاک کردی گئیں اور شائستہ خان کے دو بیٹوں کے علاوہ متعدد عورتوں کو شدید زخم آئے اس کاروائی کے بعد شیواجی وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔

پونا میں یہ کاروائی کرنے کے بعد شیواجی کے حوصلے بڑھ گئے اور اب اس

نے سورت شہر کو اپنا ہدف بنانے کا تہیہ کرلیا۔ سورت شہر میں اس وقت انگریز بھی قیام کیئے ہوئے تھے۔ وہاں انگریزوں نے کچھ کارخانے قائم کرر کھے تھے اور کئی انگریز خاندان وہاں آباد بھی تھے رات کی گہری تاریکی میں شیواجی سورت پر حملہ آور ہوا اور قریباً نصف شہر کو نذر آتش کر دیا اور ایک کروڑ روپے کی مالیت کی اشیاء لوٹ لیں۔

کہتے ہیں شیواجی چار ہزار لشکریوں کے ساتھ سورت شہر میں داخل ہوا۔ اس نے سورت کے والی اور بڑے بڑے مسلمان تاجروں کو پیغام بھیجا کہ وہ تمام دولت فوری طور پر اس کے حوالے کر دیں ورنہ پورے شہر کو نذر آتش کر دیا جائے گا۔

جب کوئی جواب نہ آیا تو شیواجی نے شہر کے ایک حصے کو آگ لگادی اسی دوران شیواجی سورت کے ایک امیر مسلمان گھرانے پہنچا یہ مسلمان تاجر تھا اور اس تاجر سے شیواجی نے دولت طلب کی اس مسلمان تاجر کی خوش قسمتی کہ اس کے ہمسائے میں ان انگریزوں کی رہائش تھی جن کے سورت شہر میں کارخانے تھے لہٰذا اس مسلمان نے اپنے اہل خانہ کے ساتھ انگریزوں کے ہاں پناہ لے لی۔

شیواجی نے انگریزوں کو بھی دھمکی دی کہ وہ الگ رہیں ورنہ تین لاکھ روپیہ ادا کر دیں۔ نہیں تو انہیں ہلاک کر دیا جائے گا یا ان کے کارخانے کو آگ لگادی جائے گی۔

کارخانے کے مالک انگریز نے مزاحمت کی اور شیواجی کی اس گھٹیا دھمکی کو ٹھکراتے ہوئے شیواجی کو صاف کہہ دیا کہ انگریز اس کا چیلنج قبول کرتے ہیں چنانچہ شیواجی مایوس ہو کر سورت شہر خالی کر کے چلا گیا۔

سورت اور پونا کے ان واقعات کو دیکھتے ہوئے اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے ماموں شائستہ خان کو واپس بلالیا اور اس کی جگہ راجہ جے سنگھ کو شیواجی کی طرف روانہ کیا۔

راجہ جے سنگھ کی خوش قسمتی اور شیواجی کی بدقسمتی کہ جس وقت راجہ سنگھ ان علاقوں میں پہنچا اس وقت شیواجی اپنے لشکر کے علاوہ اپنے کنبے کے سارے افراد کے ساتھ پورندر نام کے قلعے میں قیام کئے ہوئے تھا۔ راجہ جے سنگھ نے بڑی رازداری اور بڑی برق رفتاری سے آگے بڑھتے ہوئے پورندر نام کے اس قلعے کا محاصرہ کرلیا جہاں شیواجی نے قیام کیا ہوا تھا اور محاصرے میں اس نے سختی پیدا کرلی۔ شیواجی نے جب دیکھا کہ اب تو قلعے کے چاروں طرف مغلوں کا لشکر پھیل گیا ہے اور بھاگنے کی کوئی راہ نہیں تو اس نے اپنی روایتی دھوکہ دہی اور چالاکی کو کام میں لاتے ہوئے جے سنگھ سے صلح کرنے کا ارادہ کیا قلعہ سے نکل کر وہ جے سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صلح کی درخواست کی۔

آخر 22 جون کو پورندر کے مقام پر راجہ جے سنگھ اور شیواجی کے درمیان ایک معاہدہ طے ہوا۔ اس معاہدہ کے تحت شیواجی نے اپنے قلعوں میں سے 23 قلعے مغلوں کے حوالے کر دیئے اور اپنے پاس صرف 22 قلعے رکھے ساتھ ہی اس نے یہ بھی درخواست کی کہ اس کے بیٹے شمبوجی کو مغل اپنے لشکر میں شامل کرلیں اس کی یہ التجا بھی قبول کرلی گئی۔ اس نے جو ماضی میں مختلف علاقوں کے لوگوں کو نقصان پہنچایا تھا اس کی وجہ سے اسے 40 لاکھ کی رقم کا جرمانہ کیا گیا اور اس نے یہ رقم 13 قسطوں میں ادا کرنے کی حامی بھرلی۔ اس

معاہدے کے بعد اورنگ زیب نے اس کی گزشتہ غیر دانشمندانہ اور غیر وفادارانہ کاروائیوں کو معاف کردیا۔

اس معاہدے کے بعد شیواجی اورنگ زیب عالمگیر کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے آگرہ پہنچا اور اس کی درخواست پر اورنگ زیب نے اسے ایک 5 ہزار کے لشکر کا سالار مقرر کیا لیکن اس منصب پر شیواجی خوش نہ ہوا اور بھاگ کر واپس چلا گیا اور اپنے بیٹے شمبوجی کو اپنے ساتھ لے گیا۔

چونکہ شیواجی کی نیت میں کھوٹ تھا۔ لہٰذا واپس جا کر اس نے پھر اپنی کاروائیاں شروع کردیں سارے مرہٹوں کو اپنے ساتھ ملانے کے بعد پے در پے کاروائیاں کرتے ہوئے دوبارہ اس نے تمام قلعوں پر قبضہ کرلیا جو اس نے مغلوں کے حوالے کئے تھے۔ اس کے علاوہ اپنے علاقوں میں اپنی حالت مستحکم کرنے کے بعد اس نے مغلوں کے علاقوں میں بھی لوٹ مار کا سلسلہ شروع کردیا تھا۔

اس کی سرکوبی کے لئے اس بار اورنگ زیب نے اپنے بیٹے شاہ عالم اور اپنے ایک سالار دلیر خان کو روانہ کیا لیکن دلیر خان اور شاہ عالم کے درمیان کچھ اختلافات پیدا ہوگئے جس کی بناء پر وہ شیواجی کے خلاف کامیابی حاصل نہ کرسکے جبکہ شیواجی نے پہلے کی طرح لوٹ مار کا سلسلہ جاری رکھا اور نگ زیب نے آخر مہابت خان اور دلیر خان کو شیواجی کے خلاف روانہ کیا لیکن انہیں بھی کامیابی حاصل نہ ہوئی آخر ایک اور سالار بہادر خان کو روانہ کیا گیا۔ یہی بہادر خان بعد میں خانجہاں کے نام سے بھی مشہور ہوا۔

اس دوران شیواجی نے کافی طاقت وقوت پکڑلی تھی۔اس نے بہت سے مغلوں کے علاقوں پر قبضہ کرلیا تھااوراس نے لوگوں سے زمین کی آمدنی کا چوتھا حصہ زبردستی وصول کرنا شروع کردیا تھا۔

اس دوران حالات مزید شیواجی کے حق میں ہوگئے اس لئے کہ بیجاپور کا سلطان 1672ء میں انتقال کرگیا تو شیواجی نے بیجاپور کے کچھ علاقوں پر بھی نظریں گاڑدیں۔

اس موقع پر مغلوں کے لئے حالات عجیب سے ہوگئے تھے۔اس لئے کہ ان دنوں خیبر کے افغانوں نے بھی بغاوتیں کررکھی تھیں اورنگ زیب کے لشکر کا بڑا حصہ اوراچھے اچھے اور بڑے بڑے سالار خیبر کی ان بغاوتوں کو ختم کرنے میں مصروف تھے۔شیواجی کی طرف چھوٹے چھوٹے لشکر بھجواتے رہے جنہیں کامیابی نہ ہوئی۔لہٰذا شیواجی کے حوصلے بڑھ گئے ان حالات میں شیواجی نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے لشکر اس کا مقابلہ نہیں کرسکے اور ہر ایک کو وہ پسپا کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے تب اس نے دکن کے علاقوں میں چھترپتی یعنی شہنشاہ ہونے کا اعلان کردیا۔

اس کے بعد مزید کاروائیاں کرتے ہوئے اس نے کرناٹک اور مسور کے کچھ علاقوں کو بھی اپنے قبضے میں کرلیا ان علاقوں میں لگ بھگ ایک سو قلعے شامل تھے۔

اورنگ زیب کھل کر ابھی تک اس کے خلاف کاروائی نہ کرنے پایا تھا۔اس لئے کہ وہ خیبر کی بغاوتوں کو ختم کرنے میں بری طرح مصروف تھا۔

دوسری طرف جب اورنگ زیب عالمگیر نے خیبر میں افغانوں کی بغاوتوں کو ایک طرح سے ختم کر دیا تب شیواجی کو فکر لاحق ہوئی اس نے جان لیا تھا کہ اورنگ زیب اگر افغانوں کی بغاوت سے فارغ ہونے کے بعد اس کی طرف متوجہ ہوا تو اسے ادھیڑ کر رکھ دے گا۔ لہٰذا اس نے بیجاپور کی حکومت کے ایک سالار سدی مسعود کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیا جس کے تحت یہ طے پایا کہ اگر اورنگ زیب عالمگیر کا لشکر شیواجی پر حملہ آور ہو گا تو شیواجی کی مدد بیجاپور کا لشکر کرے گا اور اگر اورنگ زیب نے بیجاپور پر ضرب لگانے کی کوشش کی تو شیواجی ان کی مدد کے لئے پہنچے گا۔

یہ معاہدہ طے ہونے کے بعد شیواجی یہ سمجھنے لگا تھا کہ اب وہ اورنگ زیب کے مقابلے میں بالکل نا قابل تسخیر ہے اور اورنگ زیب اس پر ضرب نہیں لگا سکے گا۔ لہٰذا وہ مختلف علاقوں میں بے نتھے بیل کی طرح دندنانے لگا تھا۔

دوسری طرف اورنگ زیب بھی اس کی ان کاروائیوں سے غافل نہیں تھا۔ اورنگ زیب اب افغانوں کی بغاوتوں سے تو فارغ ہو چکا تھا۔ لہٰذا اس نے شیواجی کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک ایسے سالار کا انتخاب کیا۔ جو فتح کو اپنا مقدر اور شکست و ذلت کو دشمن کا مقدر بنانے کا فن اور ہنر جانتا تھا۔ اس کا نام رن مست خان تھا۔

رن مست خان کا شمار مغلوں کے اعلیٰ پائے کے سالاروں میں ہوتا تھا۔ وہ بڑا خونخوار ترک خیال کیا جاتا تھا اور جنگ کے دوران دشمن کی صفوں کو ادھیڑ کر رکھ دیتا تھا۔ آخر شیواجی پر حملہ آور ہونے کے لئے رن مست خان اور دلیر خان کو

ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا گیا۔

دلیر خان اور رن مست خان جب اپنے لشکر کو لے کر دکن پہنچے تو معاہدے کے مطابق بیجاپور اور شیواجی دونوں قوتوں نے ان کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی۔

طے یہ پایا کہ بیجاپور کا لشکر سامنے کی طرف سے حملہ آور ہوگا اور پشت کی جانب سے شیواجی مغلوں پر ٹوٹ پڑے گا اور انہیں کاٹ کر رکھ دے گا۔

شیواجی کی بدقسمتی کہ اسے یہ پتہ نہیں تھا کہ لشکر میں رن مست خان بھی شامل ہے۔ اس لئے کہ رن مست خان سے وہ اچھی طرح واقف تھا۔ چونکہ لشکر کا سالار اعلیٰ دلیر خان کو رکھا گیا تھا اور مست کے نام کو زیادہ تشہیر نہ دی گئی تھی۔

دلیر خان اور رن مست جب بیجاپور اور شیواجی کے لشکریوں کے پاس آئے تب رن مست کو اس کے مخبروں کے ذریعے اطلاع ہوگئی کہ ان کے لشکر پر سامنے کی طرف سے بیجاپور کا لشکر حملہ آور ہوگا پشت کی جانب سے شیواجی ضرب لگائے گا۔

لہٰذا رن مست نے لشکر کے اگلے حصے میں دلیر خان کو رکھا تا کہ وہ بیجاپور کے لشکر کا مقابلہ کرے اور پچھلے حصے میں وہ خود رہا تا کہ شیواجی پر ضرب لگائے۔

جب جنگ شروع ہوئی تو بیجاپور کا لشکر سامنے سے حملہ آور ہوا دلیر خان نے انہیں روک کر رکھ دیا بلکہ پسپا بھی کیا اتنی دیر تک جب پشت کی طرف سے شیواجی حملہ آور ہوا تو ایک قیامت اٹھ کھڑی ہوئی پلٹ کر جب رن مست نے موت اور قضاء کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے مرہٹوں کو کاٹنا شروع کیا تب شیواجی چکرا کر رہ گیا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تھا کہ یہ کونسا لشکر ہے جس نے

مرہٹوں کے آدھے لشکر کو لمحوں کے اندر کاٹ کر رکھ دیا ہے۔

رن مست خان نے اس قدر تیزی اور سرعت سے کام لیا کہ اس نے لمحوں کے اندر شیواجی کے پڑاؤ کا محاصرہ کر لیا مرہٹوں کو بری طرح کاٹتے ہوئے ان کی ہر چیز پر رن مست قبضہ کرتا چلا گیا تھا جنگ کے دوران جب شیواجی کو پتہ چلا کہ اس کے مقابلے پر تو رن مست آ گیا ہے تو اس کے پاؤں تلے سے تو زمین کھسکنا شروع ہوئی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا۔

رن مست خان نے آندھی اور طوفان کی طرح شیواجی کا تعاقب کیا اور اس تعاقب کے درمیان اس نے لگ بھگ 4000 شیواجی کے حمائتیوں کو موت کی نذر کر دیا شیواجی بڑی بے بسی کے عالم میں بھاگا تھا۔ کہتے ہیں تین دن رات تک وہ ادھر ادھر سرگرداں رہا اس دوران وہ رن مست کے ہاتھوں بری طرح حملہ آور ہونے سے زخمی بھی ہو چکا تھا۔ پھر اپنے علاقے میں پہنچ کر اسے بخار ہوا اور اسی بخار سے وہ 53 سال کی عمر میں مر گیا۔
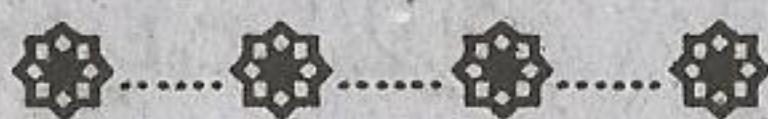
شیواجی کی موت کے بعد مرہٹے دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔
مرہٹوں کا ایک گروہ شیواجی کی موت کے بعد اس کے بیٹے شمبو جی کو اپنا حکمران
بنانا چاہتا تھا۔ جبکہ دوسرا طبقہ شمبو جی کے دس سالہ سوتیلے بھائی راجہ رام کو مرہٹوں
کے تاج و تخت کا مالک بنانا چاہتا تھا۔

لیکن شمبو جی نے جور و جبر سے کام لیتے ہوئے تاج و تخت پر قبضہ کر لیا اور
ساتھ ہی اپنی طاقت و قوت بڑھانے کے لئے اس نے ایک اور کام کیا وہ یہ کہ ان
دنوں اورنگ زیب کے باغی بیٹے شہزادہ اکبر نے بھی انہی علاقوں میں پناہ لی
ہوئی تھی۔ لہٰذا شمبو جی نے اس کے ساتھ رابطہ قائم کر کے اسے اپنے ساتھ ملا لیا
اور اسے ایک طرح سے اپنی پناہ میں لے لیا تھا۔

شہزادہ اکبر کے ساتھ شمبو جی نے وعدہ کیا کہ وہ نہ صرف اپنے باپ کی
موت کا انتقام لے گا بلکہ شہزادہ اکبر کو ہندوستان کا شہنشاہ بننے میں مدد دے گا۔

شیواجی کی موت کے بعد مغل لشکری ایک طرح سے مطمئن ہو گئے تھے کہ
اب کوئی بغاوت نہیں اٹھے گی لیکن شمبو جی نے اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتے
ہوئے لوٹ مار کا سلسلہ شروع کر دیا۔ کہتے ہیں کہ وہ دسہرہ کے ہر تہوار کے بعد

لشکر لے کر نکلتا اور لوٹ مار کر کے اپنے لئے دولت کے انبار لگانے لگا۔ سب سے زیادہ اس نے خاندیش اور برہان پور کے علاقوں میں لوٹ مار کھڑی کی تھی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شمبو جی کی اس لوٹ مار کے سلسلے میں بہت سے معزز لوگوں نے اپنی بیویوں ولڑکیوں اور بچوں کو اس لئے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیا کہ مرہٹوں کے ہاتھوں ان کی عزت وآبرو محفوظ رہے۔ جگہ جگہ حملہ آور ہو کر شمبو جی نے بستیوں کو نذر آتش کرنا شروع کر دیا۔ آخر اس نے احمد نگر پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی لیکن ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

دوسری طرف اورنگ زیب بھی غافل نہیں تھا اس نے مرہٹوں کے خلاف کاروائی کرنے کے لئے اپنے کام کی ابتداء کی۔ سب سے پہلے اس نے ایک لشکر اپنے سالار حسن خان کی قیادت میں روانہ کیا جس نے آگے بڑھ کر کلیان کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔

دوسرا لشکر ایک اور سالار شہاب الدین کی کمانداری میں روانہ کیا جس نے ناسک پر حملہ کر کے اس کا محاصرہ کر لیا۔

اس کے علاوہ اپنے ایک اور سالار غفور اللہ اور اپنے بیٹے شاہ عالم کو احمد نگر کی حفاظت کے لئے بھیجا۔ اپنے دوسرے بیٹے شہزادہ عالم کو ایک لشکر دے کر بیجاپور کی طرف سے مرہٹوں کو ملنے والی امداد کو روکنے کے لئے روانہ کر دیا جبکہ اپنے سالار خان بہادر کو مرہٹوں پر ضرب لگانے کے لئے روانہ کر دیا۔

اس طرح اورنگ زیب نے اپنے کئی لشکر جنوبی علاقوں میں پھیلا کر نہ صرف بیجاپور کے حکمرانوں بلکہ مرہٹوں کی عسکری طاقت کا بھی ناک میں دم

کر کے رکھ دیا تھا۔

ان معرکوں کے دوران شمبوجی کو اکثر مقام پر شکست کا سامنا کرنا پڑا اور حالات سے مایوس ہو کر شمبو نے انتہائی جنوب میں گوا کی طرف پرتگالیوں کے ہاں جا کر پناہ لے لی۔

ان حالات نے شہزادہ اکبر کو مایوس کر دیا اس نے تو بغاوت اس لئے کھڑی کی تھی کہ ہندوستان کا شہنشاہ بن جائے گا لیکن جب شمبوجی پرتگالیوں کی طرف چلا گیا تب اکبر مایوس ہو گیا کہ شمبو اس کے لئے کچھ نہیں کرے گا۔ چنانچہ اس نے ارادہ کیا کہ وہ ایک کشتی یا جہاز پرتگالیوں سے لے گا اور اس میں سوار ہو کر ایران میں جا کر پناہ لے لے گا۔

لہٰذا وہ گوا کے قریب پہنچا۔ نومبر میں اس نے ایک جہاز خرید لیا اور اس جہاز کے ذریعہ وہ ایران کی طرف روانہ ہونے ہی والا تھا کہ شمبوجی نے دو اشخاص درگا داس اور اپنے ایک دست راست کوی کیلاش کو اس کے پاس بھیجا اور اسے ایران جانے کا ارادہ ترک کرنے کے لئے کہا اور اسے یہ بھی یقین دلایا کہ عنقریب اس کی مدد کی جائے گی اور تاج و تخت حاصل کرنے میں اب کسی قسم کی کمی اور کوتاہی نہیں کی جائے گی شہزادہ اکبر مان گیا اور ایران جانے کی بجائے پھر شیواجی کے بیٹے شمبوجی کے پاس آ گیا۔

اب اورنگ زیب پوری طاقت و قوت کے ساتھ مرہٹوں کے خلاف حرکت میں آ گیا تھا۔ صورت حال یہ ہو گئی تھی کہ مرہٹے آگے آگے اور اورنگ زیب کے لشکری ان کے پیچھے پیچھے تھے اور اب بڑی تیزی سے مغل لشکروں نے

مرہٹوں کے علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ باغی شہزادہ اکبر نے جب دیکھا کہ اس کے باپ نے بڑی تیزی سے باغیوں کو کچلنے کے ساتھ ساتھ مرہٹوں کا بھی قتل عام کرتے ہوئے ان کے علاقوں پر بڑی تیزی سے قبضہ کرنا شروع کر دیا ہے تب وہ بری طرح مایوسی کا شکار ہو۔ ہندوستان سے نکل کر مسقط کے راستے وہ ایران چلا گیا اور وہاں پناہ لے لی۔

دوسری طرف شیواجی کے بیٹے شمبو جی نے کچھ علاقوں میں لوٹ مار کرنے کے بعد ایک مقام پر اپنے لشکر کے ساتھ قیام کیا وہاں وہ شراب نوشی اور رنگ رلیوں میں مصروف ہو گیا ان علاقوں میں اس وقت اورنگ زیب کی طرف سے لشکریوں کا سالار مقرب خان تھا یہ جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا۔ انتہائی دلیر اور موت کے پیچھے بھاگنے والے چوپانوں کی طرح جرأت مند تھا۔

اس وقت جس قدر لشکر مقرب خان کے پاس تھا اس کے ساتھ وہ شمبو اور اس کے لشکریوں پر حملہ آور ہوا۔ شمبو کے لشکریوں کو مقرب خان نے ادھیڑ کر رکھ دیا۔ شمبو اور اس کے دستِ راست کیلاش دونوں کو گرفتار کر لیا گیا۔

مقرب خان نے دونوں کو مسخروں کا لباس پہنا کر اور ان کے گلوں میں ڈھول ڈال کر سڑکوں پر پھرایا۔ ان دونوں کے ساتھ ان کے پچیس اعلیٰ سالار بھی گرفتار ہوئے تھے آخر شمبو جی و کیلاش اور دوسرے ساتھیوں کو اورنگ زیب کے سامنے پیش کیا گیا۔

اس موقع پر اورنگ زیب کو یہ بھی اطلاع دی گئی کہ شمبو جی نے کئی مواقع پر نہ صرف اورنگ زیب کو گالیاں دیں بلکہ رسول اکرم ﷺ کی شان میں بھی نہایت

گستاخانہ الفاظ استعمال کیے تھے۔ شمبوجی اور کیلاش کو جب اورنگ زیب کے سامنے پیش کیا گیا تو اورنگ زیب اپنی گالیوں کو برداشت کرتے ہوئے شاید ان دونوں کو معاف کردیتا۔ لیکن چونکہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی اور اس گستاخی کو کم از کم اورنگ زیب معاف کرنے والا نہیں تھا۔ لہٰذا ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ شمبوجی کے مرنے کے بعد اس کے سوتیلے بھائی راجہ رام کو مرہٹوں نے رائے گڑھ کے مقام پر اپنا حاکم تسلیم کرتے ہوئے تخت نشین کیا۔ لیکن راجہ رام کو حکومت کرنے کا موقع نہیں ملا اس لئے کہ اورنگ زیب ان کی تاک میں تھا۔ ایک موقع پر اورنگ زیب کے لشکر نے مرہٹوں کے دارالحکومت کا محاصرہ کرلیا راجہ رام اپنے اہل خانہ کے ساتھ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا اور در بدر کی ٹھوکریں کھانے لگا۔

جب اورنگ زیب نے مرہٹوں کے مرکزی شہر پر بھی قبضہ کرلیا تو وہاں شیواجی کی خاندان کی تمام عورتیں، بچے اور شمبوجی کے بچے جن میں سے اس کا ایک سات سالہ لڑکا شاہوجی بھی شامل تھا۔ سب گرفتار ہوگئے اور اورنگ زیب کے پاس لائے گئے اور اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اورنگ زیب نے ان سے نہایت باعزت سلوک کیا اور ان کے آرام و آسائش کا پورا خیال رکھا گیا۔ اس طرح مرہٹوں کی ان بغاوتوں کو ختم کرتے ہوئے دکن کو اورنگ زیب عالمگیر نے اپنی سلطنت میں شامل کرلیا تھا۔
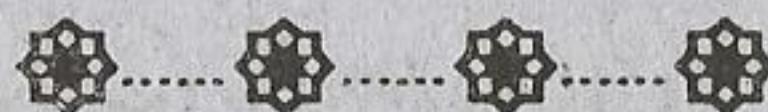
جن دنوں اورنگ زیب مرہٹوں کے خلاف برسرپیکار تھا ان دنوں بیجاپور کی سلطنت نے مرہٹوں کی مدد کی تھی اور گولکنڈہ کی حکومت نے بھی بیجاپور والوں کی مدد کی تھی۔ اس طرح تینوں قوتیں اورنگ زیب کے خلاف برسرپیکار رہی تھیں۔ پہلے مرہٹے دوسرے بیجاپور والے اور تیسرے گولکنڈہ کی حکومت۔ جب تک اورنگ زیب مرہٹوں کے خلاف برسرپیکار رہا اس نے بیجاپور اور گولکنڈہ والوں پر حملے نہ شروع کیے بلکہ انہیں ایک طرح سے جنگ میں مصروف رکھا ان پر اپنے سالار دلیر خان کو مسلط رکھا جس نے انہیں الجھائے رکھا اور مرہٹوں کی طرف نہ آنے دیا۔

مرہٹوں کو زیر کرنے اور مکمل طور پر ان کا ستیاناس کرنے کے بعد اورنگ زیب نے بیجاپور اور گولکنڈہ کی حکومتوں کی طرف توجہ دینے کا فیصلہ کیا۔

دوسری طرف بیجاپور اور گولکنڈہ والوں کو بھی احساس تھا کہ اگر اورنگ زیب نے مرہٹوں کو اپنے سامنے زیر کر لیا تو پھر کسی نہ کسی روز وہ گولکنڈہ اور

بیجاپور کے خلاف حرکت میں ضرور آئے گا اور مرہٹوں کی مدد کرنے کا ان سے ہر صورت میں انتقام لینے کی کوشش کرے گا۔

اس بناء پر بیجاپور اور گولکنڈہ والے اندر ہی اندر جنگ کی تیاری میں مصروف رہے اور انہوں نے لشکریوں کی تعداد بھی بڑھا لی تھی۔ بیجاپور والوں نے نہ صرف یہ کہ شہر کی فصیل کو پہلے کی نسبت زیادہ مضبوط اور مستحکم بنالیا بلکہ شہر کے گرد انہوں نے ایک کافی گہری اور چوڑی خندق بھی کھود لی تھی۔ اس طرح اپنے زعم میں ایک طرح سے بیجاپور والوں نے اپنے شہر کو ناقابل تسخیر بنا کر رکھ دیا تھا۔

اورنگ زیب عالمگیر کے ارادوں سے پتہ چلتا تھا کہ وہ بیجاپور اور گولکنڈہ والوں پر حملہ آور ہونے میں پہل نہیں کرنا چاہتا۔ جس وقت وہ مرہٹوں کے خلاف برسرپیکار تھا ان دنوں بھی اس نے ان حکمرانوں کو دوستانہ نوعیت کے خطوط لکھے اور ان کی طرف تعلقات بڑھانے کے لئے خلعتیں بھی روانہ کیں لیکن ان دونوں حکومتوں نے اورنگ زیب عالمگیر کی نرمی سے غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ وہ یہ خیال کرنے لگے کہ مرہٹوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اورنگ زیب عالمگیر کمزور ہو چکا ہے اور ان دونوں مملکتوں کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا اورنگ زیب عالمگیر کے ان دوستانہ خطوط اور تحائف کو انہوں نے کوئی اہمیت نہ دی اور اپنی جنگی تیاریوں کو انہوں نے عروج پر پہنچا دیا تھا۔

ان دونوں مملکتوں کا ماضی کا رویہ بھی درست نہ تھا۔ اس لئے کہ وہ اورنگ زیب کے خلاف مرہٹوں کی مدد کرتے رہے تھے۔ لہٰذا جب انہوں نے اورنگ زیب کے خطوط اور تحائف کو بھی کوئی اہمیت نہ دی تب اورنگ زیب نے ان

سے نمٹنے کا تہیہ کرلیا۔سب سے پہلے اس نے اپنے بیٹے شہزادہ اعظم کو ایک لشکر دے کر بیجاپور کی طرف روانہ کیا۔

شہزادہ اعظم نے شہر کا محاصرہ کرلیا۔شہر کی فصیل کافی چوڑی اور مضبوط تھی اور اس کے گرد بڑی چوڑی خندق تھی جسے عبور نہ کیا جاسکتا تھا۔لہٰذا محاصرے کے دوران جب شہزادہ اعظم کے لشکر میں قحط کے آثار نمودار ہونا شروع ہوئے اور برسات کا موسم بھی سر پر آگیا تب اورنگ زیب نے اپنے بیٹے شہزادہ اعظم کو حکم دیا کہ وہ واپس آجائے۔شہزادہ اعظم نے اپنے باپ کو لکھا کہ اسے کچھ کمک اور رسد کا سامان بھجوادیا جائے۔وہ محاصرہ جاری رکھنا چاہتا ہے۔

اورنگ زیب نے اپنے بیٹے کی اس تجویز کو منظور کرلیا۔لہٰذا اپنے ایک سالار غازی الدین جس کو تاریخ میں فیروز جنگ کا نام بھی دیا گیا ہے اس کی کمانداری میں ایک لشکر اور کھانے پینے کی اشیاء روانہ کیں۔فیروز جنگ بھی جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا۔جب یہ لشکر اور رسد کا سامان لے کر روانہ ہوا تو گولکنڈہ اور بیجاپور والوں نے اس کی راہ روکنا چاہی۔

اورنگ زیب عالمگیر نے جب دیکھا کہ گولکنڈہ اور بیجاپور دونوں حکومتیں مغلوں کے خلاف حرکت میں آرہی ہیں تب وہ خود ایک لشکر کے ساتھ روانہ ہوا اور محاذ جنگ پر پہنچ گیا۔

اورنگ زیب نے آتے ہی دشمنوں پر زیادہ سے زیادہ دباؤ ڈالنا شروع کردیا۔بیجاپور والے اپنے آپ کو ناقابل تسخیر خیال کرتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ نہ فصیل کو کوئی عبور کرسکے گا، نہ خندق کے اس پار کوئی آسکے گا۔لہٰذا اورنگ

زیب ناکامی اور شکست کا منہ دیکھتے ہوئے واپس لوٹ جائے گا۔

لیکن اورنگ زیب نے آتے ہی بیجاپور کا اس قدر سختی اور شدت کے ساتھ محاصرہ کیا کہ بیجاپور والے چیخ چلا اٹھے۔ اورنگ زیب ہر روز حملہ آور ہوتا باہر سے کوئی بھی چیز ان کے پاس نہ جانے دیتا اب بیجاپور والوں کے کان کھڑے ہوئے ان کی آنکھیں بھی کھلیں انہوں نے اندازہ لگالیا کہ اس سے پہلے جو وہ اورنگ زیب کے مختلف سالاروں اور اس کے بیٹوں کے ساتھ الجھے ہوئے تھے تو وہ جنگ نہ تھی اصل جنگ تو اورنگ زیب کی آمد کے بعد شروع ہوئی ہے جس نے ان کے کان کی کھڑکیاں تک کھول کر رکھ دی ہیں۔ اب انہوں نے اندازہ لگالیا کہ اگر محاصرہ اسی طرح جاری رہا تو اورنگ زیب نہ صرف خندق عبور کر کے شہر کی فصیل پاش پاش کر کے رکھ دے گا بلکہ مرہٹوں کی مدد کرنے کی وجہ سے انہیں بری سزا بھی دے گا لہٰذا انہوں نے اپنے دو امراء کو اورنگزیب کے پاس بھیجا اور صلح کرنا چاہی۔

اورنگ زیب نے صلح کی شرائط منظور کر لیں۔ 22 ستمبر 1686ء کو بیجاپور کا حکمران سکندر اپنا دار الحکومت چھوڑ کر اورنگ زیب کی خدمت میں اس کے پڑاؤ میں حاضر ہوا اورنگ زیب نے اس کا خیر مقدم کیا۔ اس سے اچھا سلوک کیا اسے خان کے خطاب سے بھی نوازا گیا اور اس کے لئے ایک لاکھ روپے کی سالانہ پنشن منظور کی گئی اور اسے بیجاپور کی حکومت سے محروم کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی اورنگ زیب نے بیجاپور کے ہتھیار ڈالنے والے سالاروں کو بھی اپنے لشکر میں ملازمتیں دے دی تھیں۔

اس طرح اورنگ زیب عالمگیر ایک فاتح کی حیثیت سے 29 ستمبر کو بیجاپور شہر میں داخل ہوا جس دروازے سے وہ شہر میں داخل ہوا۔ اس دروازے کا نام ہی فتح دروازہ رکھ دیا گیا۔ جب اورنگ زیب بیجاپور کے حاکم سکندر کے محل میں گیا تو اس نے دیکھا کہ محل کے اندر طرح طرح کی تصویریں دیواروں پر آویزاں تھیں اور عجیب سے نقش ونگار بنے ہوئے تھے۔

یہ سب چیزیں دیکھتے ہوئے اورنگ زیب نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ دیواروں پر بنے ہوئے نقوش مٹا دیئے گئے اور تصویروں کو پھاڑ کر گرا دیا گیا۔ اس کے بعد بیجاپور کے دارلحکومت کی حیثیت محض ایک صوبائی صدر مقام کی رہ گئی تھی بیجاپور والوں کی بدقسمتی کہ اس فتح کے بعد بیجاپور میں طاعون کی وبا پھیلی تقریباً نصف آبادی موت کے منہ میں چلی گئی۔ بیجاپور کے حاکم کو دولت آباد میں نظر بند کر دیا گیا تھا جہاں اس نے 13 اپریل 1700ء کو وفات پائی۔

مرہٹوں کو زیر کر دیا گیا تھا بیجاپور کی سلطنت کو بھی گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا گیا۔ اب گولکنڈہ کی طرف توجہ دی گئی گولکنڈہ کا حاکم ان دنوں ایک شخص ابوالحسن تھا یہ بڑا عیاش، عیش، عشرت کا دلدادہ اور شراب وکباب کا بڑا رسیا تھا۔ اس نے حکومت کی تمام ذمہ داریاں اپنے ایک برہمن وزیر کے سپرد کر دی تھیں اور خود محل میں بند ہو کر وہ ہر وقت اپنی داشتاؤں اور رقاصاؤں کے جھرمٹ میں عیش وعشرت میں مشغول رہتا تھا۔

چنانچہ اس کی حکومت کا اقتدار عملاً دو اشخاص مدنا اور اس کے بھائی آکنا اور بھتیجے رستم راؤ کے ہاتھوں میں تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان تینوں کی وجہ سے ہر طرف

بدعنوانیاں پھیلنے لگیں اس لئے کہ ابوالحسن کی تو حکومت کی طرف توجہ ہی نہیں تھی۔ ہندو جو چاہتے کرتے پھرتے کئی بار مسلمانوں نے ان ہندوؤں کے ناروا سلوک کی شکایات بھی کیں لیکن ابوالحسن کے جسم پر جوں تک نہ رینگی مزید یہ کہ اس نے اورنگ زیب کے خلاف مرہٹوں کے ساتھ اتحاد بھی قائم کیا ہوا تھا۔

آخر گولکنڈہ والوں کو سبق سکھانے کے لئے جولائی 1685ء میں اورنگ زیب نے اپنے بیٹے شاہ عالم کو حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا لیکن راستے ہی میں شاہ عالم کے لشکر کو دشمنوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ گولکنڈہ کے لشکر نے دو ماہ تک شاہ عالم کو روکے رکھا۔ آئے دن دونوں لشکروں میں جھڑپیں ہوتی رہیں۔ اس طرح شاہ عالم اپنے لشکر کے ساتھ حیدر آباد کی طرف پیش قدمی نہ کر سکا ان دنوں موسلا دھار بارشیں شروع ہو گئیں۔ جس سے مغلوں کے لشکر کی مشکلات میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

گولکنڈہ والوں کی بدقسمتی تھی کہ ان کے لشکر کا سپہ سالار ایک شخص محمد ابراہیم تھا اس نے جب دیکھا کہ بیجا پور اور گولکنڈہ کی حکومتیں مرہٹوں کے خلاف اورنگ زیب کا ساتھ دینے کی بجائے مسلمان ہوتے ہوئے اورنگ زیب کے خلاف کام کر رہی ہیں اور مرہٹوں کا ساتھ دیتی رہی ہیں اور اب وہ کھل کر اورنگ زیب کا مقابلہ کرنا چاہتی ہیں تب اس نے اپنی وفاداری تبدیل کی اور گولکنڈہ کی حکومت کا ساتھ چھوڑ کر وہ اورنگ زیب کے بیٹے شاہ عالم سے جا ملا۔

شاہ عالم آگے بڑھا اور 7 فروری 1687ء کو اس نے حیدر آباد پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد گولکنڈہ کے حکمران ابوالحسن پر ضرب لگانے کے لئے پیش

قدمی شروع کی گئی۔

اورنگ زیب عالمگیر وقت ضائع کیے بغیر ابوالحسن کو اپنے سامنے زیر کرنا چاہتا تھا۔ دوسری طرف ایک اور تبدیلی رونما ہوئی۔ شہزادہ شاہ عالم فطری طور پر ایک نرم دل انسان تھا۔ اس کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ابوالحسن کے آدمیوں نے اس سے رابطہ قائم کیا شاہ عالم کو ایک بھاری رقم رشوت میں دینے کا وعدہ کیا اور اس سے یہ التجا کی گئی کہ وہ اپنے باپ اورنگ زیب عالمگیر پر دباؤ ڈال کر ابوالحسن کو معافی دلوادے۔

دوسری طرف اورنگ زیب کے مخبر بھی کام کررہے تھے۔ اس خفیہ کاروائی کی اطلاع انہوں نے اورنگ زیب کو کردی۔ یہ خبر ملتے ہی اورنگ زیب نے اپنے بیٹے شاہ عالم اور اس کے تمام کنبے حتیٰ کہ ملازموں کو بھی 3 مارچ 1687ء کو قید کرلیا اور اسے سات سال کے لئے نظر بندی کی حالت میں رکھنے کا حکم دے دیا۔

اب اورنگ زیب عالمگیر اور اس کے ایک سالار روح اللہ نے زوروشور سے گولکنڈہ والوں پر حملہ آور ہونا شروع کردیا۔

لیکن ابھی محاصرہ جاری تھا کہ مغل لشکر میں اردگرد سے خوراک نہ ملنے کی وجہ سے قحط کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے۔ اس کے علاوہ جون کا مہینہ آ گیا اور زبردست بارشیں شروع ہو گئیں۔ اب ایک طرف قحط تھا دوسری طرف لگاتار اور موسلادھار بارشوں کی وجہ سے مغلوں کا پڑاؤ ایک جھیل کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ اس صورت حال سے گولکنڈہ والوں نے فائدہ اٹھایا اور بار بار وہ پیش قدمی کرتے ہوئے اورنگ زیب کے لشکر پر حملہ آور ہوتے ہوئے اسے نقصان

پہنچانے کی کوشش کرتے رہے۔

ان حملوں کے دوران کہتے ہیں اورنگ زیب کے توپ خانے کا سربراہ غیرت خان اور چودہ دیگر سالار دشمن کی قید میں چلے گئے ان حملوں کی وجہ سے اورنگ زیب عالمگیر کی کچھ بیرونی چوکیوں کو بھی نقصان پہنچا۔

کہتے ہیں ان جنگوں کے دوران اورنگ زیب عالمگیر نے ایسی شجاعت ایسی دلیری اور جرأت مندی کا مظاہرہ کیا کہ جس وقت دشمن اپنی توپوں سے گولے داغتے تو کئی گولے وہاں آ کر گرتے جہاں اورنگ زیب اپنے پڑاؤ میں کھڑا ہوا تھا۔ لیکن اس گولہ باری کی اورنگ زیب نے کوئی پرواہ نہ کی اور برابر اور لگاتار اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھاتا رہا۔ جب بارشوں کا سلسلہ طویل ہو گیا تب اورنگ زیب نے اپنے لشکر کو تھوڑا سا پیچھے ہٹالیا تاکہ بارشوں کے ختم ہونے کا انتظار کرے۔ بارشیں ختم ہونے کے بعد اورنگ زیب نے پھر اپنے حملوں اور اپنی کاروائیوں کی ابتداء کر دی تھی اور اس بار اس نے اس شدت اور سختی کے ساتھ حملے شروع کیے کہ 12 اکتوبر 1687ء کو اورنگ زیب عالمگیر نے گولکنڈہ پر قبضہ کر لیا۔

کہتے ہیں شہر میں سب سے پہلے اورنگ زیب عالمگیر کا سالار روح اللہ داخل ہوا۔ اس نے شہر کا صدر دروازہ کھلوادیا اور دروازہ کھلتے ہی پورا لشکر شہر میں داخل ہوا۔

گولکنڈہ کے حکمران ابوالحسن کو قطب شاہی حکمران بھی کہا جاتا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ اب پانی اس کے سر سے گزر چکا ہے اور کسی بھی صورت وہ

اورنگ زیب کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو اس نے تخت سے دستبرداری اختیار کر لی۔ ایسا نہ بھی کرتا تب بھی اسے شکست ہو چکی تھی اور وہ گرفتار کر لیا جاتا۔ آخر اورنگ زیب کے سالار روح اللہ نے ابوالحسن کو گرفتار کر کے اورنگ زیب کے بیٹے شہزادہ اعظم کے حوالے کیا اور شہزادہ اعظم نے اسے اورنگ زیب کے سامنے پیش کیا۔ بیجاپور کے حاکم کی طرح اورنگ زیب عالمگیر نے اسے بھی دولت آباد کے قلعے میں نظر بند کر دیا اور پچاس ہزار سالانہ اس کی پنشن مقرر کر دی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ گولکنڈہ کی فتح کے نتیجہ میں اورنگ زیب عالمگیر کو سات کروڑ روپے نقد کے علاوہ سونے، چاندی اور جواہرات کے ڈھیر بھی ملے۔ اورنگ زیب عالمگیر نے بڑے تحمل اور بردباری سے کام لیتے ہوئے جہاں مرہٹوں کو زیر کیا وہاں اس نے بیجاپور اور گولکنڈہ کی سلطنتوں کو بھی اپنے سامنے زیر کرتے ہوئے انہیں اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا لیا تھا اور وہ علاقے ایک طرح سے اپنی مملکت میں شامل کر لئے تھے۔
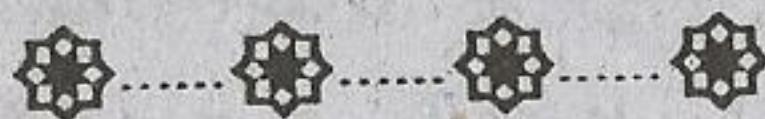
حالات پھر اپنے آپ کو دہرانے لگے تھے جس وقت اورنگ زیب ماضی میں مرہٹوں کے ساتھ جنگوں میں مصروف تھا۔ بیجا پور اور گولکنڈہ والوں نے طاقت اور قوت میں اضافہ کر کے ان کے خلاف حرکت میں آنا شروع کر دیا اور اب جب اس نے بیجا پور اور گولکنڈہ والوں کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنایا۔ انہیں شکست دے کر ان کے علاقوں پر قبضہ کر لیا تو ان کارروائیوں کے دوران مرہٹوں نے طاقت اور قوت پکڑ لی جب تک اورنگ زیب عالمگیر بیجا پور اور گولکنڈہ کے ساتھ جنگوں میں مصروف رہا مرہٹے لگاتار اپنی قوت میں اضافہ کرتے رہے۔ ساتھ ہی آس پاس کے علاقوں میں لوٹ مار کرتے ہوئے اپنے لئے دولت کے علاوہ بعض ضروریات کا دوسرا سامان بھی اکٹھا کرتے رہے۔

مرہٹے جانتے تھے کہ بیجا پور اور گولکنڈہ والوں کو اپنے سامنے زیر کرنے کے بعد اورنگ زیب ضرور ان کے خلاف حرکت میں آئے گا۔ لہٰذا اچھی خاصی طاقت پکڑنے کے بعد مرہٹوں نے اپنے لشکر کو کئی حصوں میں تقسیم کر لیا۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ جب اورنگ زیب عالمگیر مرہٹوں کے ایک حصے پر حملہ آور ہو گا تو دوسرے حصے تباہی مچانا شروع کر دیں گے۔ اس طرح مرہٹے اورنگ زیب اور

اس کے لشکریوں کو ایک حصے سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے حصے کی طرف جانے کا چکر دیتے رہیں گے اور اپنی تباہی و بربادی اور لوٹ مار کی کاروائیوں کو جاری رکھیں گے۔

سب سے پہلے مرہٹوں کا ایک سردار جس کا نام ہری جی تھا وہ حرکت میں آیا اور کچھ قلعوں پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے ایک مشہور قلعے آرکوٹ پر قبضہ کرلیا۔ اس کے اردگرد بہت سے قلعوں اور قصبوں پر حملہ آور ہو کر اپنے لئے فوائد بھی حاصل کئے۔ جب اورنگ زیب عالمگیر کا ایک لشکر اس پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑھا تو وہ بھاگ گیا روپوشی اور خاموشی اختیار کرلی۔

لیکن اس دوران مرہٹوں کے دوسرے مسلح گروہ مختلف سمتوں میں لوٹ مار کرنا شروع ہو گئے۔ ہری جی روپوشی ہی کی زندگی میں دکھ اور غم کے باعث مر گیا اور اس کے بعد اس کے بیٹے راجہ رام نے مرہٹوں کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف کاروائیاں شروع کردیں۔ اپنے باپ ہری جی کی موت کے بعد راجہ رام نے مرہٹوں کا حکمران اور سربراہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے اپنی حکومت قائم کرلی۔

اورنگ زیب نے پہلے اپنے ایک سالار ذوالفقار خان کو اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ ذوالفقار خان نے آگے بڑھ کر راجہ رام کے قلعے کا محاصرہ کرلیا لیکن باہر سے مرہٹوں کے مختلف گروہوں نے حملہ آور ہو کر ذوالفقار خان کے لشکر کے لئے ضروریات زندگی کی بہم رسانی بند کردی جس کی بناء پر مجبور ہو کر ذوالفقار خان کو راجہ رام کے قلعے کا محاصرہ ترک کر کے پیچھے ہٹنا پڑا۔

اسی دوران ذوالفقار خان کے خلاف مرہٹوں کے دو اور لشکر پہنچ گئے جن کی

بناء پر ذوالفقار خان کو پیچھے ہٹنا پڑا اور اسے کچھ نقصان بھی اٹھانا پڑا۔

اسی دوران اورنگ زیب کی طرف سے ایک اور سالار جس کا نام اسد خان تھا رسد اور کمک لے کر ذوالفقار خان کے پاس پہنچ گیا۔ ذوالفقار اور اسد خان دو سالار اکٹھے ہو گئے تھے ان کی قوت میں بھی کسی قدر اضافہ ہوا تھا۔ اس کے بعد مرہٹوں کو زیر کرنے کے لئے اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے بیٹے کام بخش کو بھی ایک لشکر دے کر ذوالفقار اور اسد خان کی طرف روانہ کر دیا۔ اس طرح مرہٹوں کے مقابلے میں اب اورنگ زیب کے لشکر کی طاقت وقوت میں خوب اضافہ ہو گیا تھا اور کچھ کاروائیاں کرتے ہوئے مختلف مقامات پر مغلوں نے مرہٹوں کو بے پناہ نقصان بھی پہنچانا شروع کر دیا تھا۔

اب اس موقع پر مرہٹوں نے آپس میں صلح ومشورہ کرنے کے بعد ایک چال چلی۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے کام بخش وذوالفقار اور اسد خان کے مرکز سے رابطہ ختم کر دیا جائے۔ ان کی خط وکتابت کے راستوں کو بالکل بند کر دیا جائے اور اس کے بعد مسلمانوں کے اندر یہ افواہ پھیلا دی جائے کہ اورنگ زیب عالمگیر فوت ہو چکا ہے اور اس کی جگہ اورنگ زیب کے بیٹے شاہ عالم نے تاج وتخت پر قبضہ کر لیا ہے۔

مرہٹوں کا ایسا کرنے سے مقصد یہ تھا کہ اس طرح کام بخش یا تو تخت وتاج حاصل کرنے کے لئے مرہٹوں کے ساتھ مل جائے گا یا اپنے لشکر کو لے کر اپنے بھائی شاہ عالم سے مقابلہ کرنے کے لئے یہاں سے کوچ کر جائے گا۔ دونوں ہی صورتیں مرہٹوں کے حق میں جائیں گی۔

چنانچہ یہ فیصلہ کرنے کے بعد مرہٹوں نے سب سے پہلے فعل لشکر کے خط وکتابت کے سارے راستے بند کردیئے اس کے بعد یہ افواہ پھیلادی کہ اورنگ زیب وفات پاگیا ہے اوراس کی جگہ شاہ عالم تخت پر قابض ہوگیا ہے۔

مرہٹوں کی یہ ترکیب کامیاب رہی۔ اس ترکیب سے مغلوں کے لشکر کی پیش قدمی رک گئی۔ اورنگ زیب کے بیٹے کام بخش کو جب یہ خبر ملی تو اس پر گھبراہٹ کا عالم طاری ہوگیا اوراس نے مرہٹوں کے حکمران راجہ رام کے ساتھ خفیہ خط وکتابت شروع کردی اور یہ منصوبہ بنایا کہ مرہٹوں کے ساتھ مل کر وہ ہندوستان کے تاج وتخت پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ مرہٹوں نے اسے یہ مشورہ دیا کہ سب سے پہلے وہ اپنے کنبے کے سارے افراد کومرہٹوں کے شہر میں لے آئے۔اس کے بعد سکون کے ساتھ مغلوں کے لشکر کے خلاف کاروائیاں کرتے ہوئے کام بخش کے لئے تاج وتخت پر قبضہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

اس طرح کام بخش ایک طرح سے مرہٹوں کی سازش کا شکار ہوگیا تھا اور ان کے ہتھے چڑھ گیا تھا۔دوسری طرف اورنگ زیب عالمگیر کے سالار ذوالفقار خان اور اسد خان بھی حالات کا بغور جائزہ لے رہے تھے انہوں نے جب دیکھا کہ کام بخش تو مرہٹوں کے ساتھ خط وکتابت کرنے لگا ہے اوران سے ساز باز کرنے اور خفیہ معاملہ طے کرنے میں لگ گیا ہے تو ذوالفقار خان اور اسد خان نے اس موقع پر اپنے لشکر کے سالاروں سے مشورے کرنے شروع کردیئے۔

آخر سارے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد یہ طے پایا کہ کام بخش واقعی مرہٹوں کے ساتھ ساز باز کررہا ہے۔ لہٰذا اس کی کڑی نگرانی کی جائے اب

ذوالفقار اور اسد خان کو بھی پتہ نہیں تھا کہ یہ مرہٹوں کی سازش ہے اور اورنگ زیب فی الحقیقت نہیں مرا۔ وہ خود بھی پریشان تھے اسی دوران کام بخش نے ایک اور حماقت کا مظاہرہ کیا اور اس نے مرہٹوں کے ساتھ مل کر ذوالفقار خان اور اسد خان دونوں کو گرفتار کرنے کی سازش تیار کی۔

دوسری طرف ذوالفقار خان اور اسد خان اور ان کے سارے سالار بھی بڑے مستعد تھے اور انہوں نے بھی اپنے مخبر پھیلا رکھے تھے اور وہ مرہٹوں کی کارروائیوں کے علاوہ کام بخش اور مرہٹوں کے درمیان ہونے والی خفیہ گفتگو کی تفصیل بھی ذوالفقار خان اور اسد خان کو پہنچا رہے تھے۔ لہٰذا ذوالفقار خان اور اسد خان نے جب دیکھا کہ حالات زیادہ ابتر ہونا شروع ہو گئے ہیں اور کام بخش کسی بھی وقت مرہٹوں کے ساتھ مل کر ساز باز کر سکتا ہے تو انہوں نے کام بخش کو گرفتار کر کے اورنگ زیب کے پاس بھیج دیا۔

اس طرح مرہٹوں کو ایک طرح سے اورنگ زیب کے خلاف ایک بڑی بغاوت کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ اب مرہٹے تین بڑے بڑے گروہوں میں تقسیم ہو چکے تھے ایک گروہ سنت نام کے ایک مرہٹے کے ماتحت تھا دوسرے گروہ کا سربراہ ایک مرہٹہ دھن تھا اور مرہٹوں کا تیسرا گروہ رام راج کی سرکردگی میں کام کر رہا تھا۔

کام بخش کی گرفتاری کے بعد مغلوں کے دونوں سالار ذوالفقار خان اور اسد خان مرہٹوں کے خلاف حرکت میں آنا چاہتے تھے کہ مغل لشکر کی بدقسمتی کہ انہیں دو مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک تو ان کی خوراک کا ذخیرہ ختم ہو گیا اور لشکر میں قحط کے آثار پھیلنے لگے۔ دوسری طرف سے مرہٹوں نے ان کے خلاف

گوریلا جنگ کی ابتداء کردی تھی۔

اس موقع پر اپنے لشکر کو موت سے بچانے اور ان کے لئے کہیں نہ کہیں سے خوراک حاصل کرنے کے لئے اسد خان جب لشکر کے ایک حصے کو لے کر پیچھے ہٹا تو اچانک مرہٹوں نے حملہ آور ہو کر اسد خان کے کئی لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اورنگ زیب عالمگیر کو جب پتہ چلا کہ مرہٹوں کے خلاف اس کے لشکری خوراک کی کمی کا شکار ہو گئے ہیں تو اس نے اپنے ایک سالار قاسم خان کو چند دستوں کے ساتھ ذوالفقار خان اور اسد خان کے خوراک کے ذخیرے روانہ کئے۔ یہ خوراک ملنے کے بعد ذوالفقار خان اور اسد خان دونوں کی حالت بہتر ہو گئی۔ لہٰذا دونوں مرہٹوں پر حملہ آور ہوئے اور ہندی ویش کا قلعہ مرہٹوں سے چھین کر وہاں قیام کر لیا۔

اب اسد خان تو لشکر کے ایک حصے کے ساتھ وہیں رہا جبکہ ذوالفقار لشکر کے ایک حصے کے ساتھ حرکت میں آیا۔ ساحل کے ساتھ ساتھ وہ جنوبی علاقوں کی طرف بڑھا اور اس نے ضلع آرکوٹ کے جنوب میں بہت سے قلعے فتح کر لئے۔

یہ صورت حال مرہٹوں کے لئے نقصان دہ اور خطرے کا باعث تھی لہٰذا اس موقع پر ایک مرہٹہ شاہو جی ثانی نے یکم جون کو ذوالفقار خان کے سامنے اورنگ زیب عالمگیر کی اطاعت اور فرمانبرداری قبول کر لی اور خراج دینا منظور کیا۔ اس نے ذوالفقار خان کے ساتھ یہ بھی عہد کیا کہ پہلے وہ رام راج کے ساتھ کام کرتا رہا تھا اور اب وہ رام راج کا ساتھ چھوڑ دے گا اور مغلوں کی ہر معاملے میں نہ صرف مدد کرے گا بلکہ سالانہ 30 لاکھ بطور خراج ادا کیا کرے گا۔ آرکوٹ کو پامال کرنے کے بعد ذوالفقار خان اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھا اور پالم کوٹہ پر

حملہ آور ہوا اسے بھی شدید نقصان پہنچایا یہاں جو مرہٹوں کا لشکر تھا۔ اسے موت کے گھاٹ اتارا اور پالم کوٹہ کو تاخت و تاراج کرتا ہوا آگے بڑھا۔

اب ذوالفقار خان کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ پالم کوٹہ کو فتح کرنے اور اسے برباد کرنے کے بعد اس نے پھر پیش قدمی شروع کی اور مرہٹوں کے شہر جنجی کا اس نے محاصرہ کرلیا۔ ذوالفقار خان کی بدقسمتی کہ جس وقت وہ مرہٹوں کے خلاف پے در پے کامیابیاں حاصل کرر ہا تھا اور مرہٹے اس کے آگے آگے بھاگ رہے تھے اور وہ ان سے ایک شہر کے بعد دوسرا شہر، ایک قلعہ کے بعد دوسرا قلعہ چھین کر ان پر قبضہ کرر ہا تھا اچانک جنوب میں یہ خبریں پہنچیں کہ اورنگ زیب عالمگیر سخت بیمار ہو گیا ہے اور اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں اور اس کے بیٹوں کے درمیان تخت نشینی کی جنگ کی ابتداء ہوگئی ہے۔

ذوالفقار نے سوچا کہ اگر اورنگ زیب عالمگیر کا انتقال ہو گیا تو جو کاروائیاں وہ کررہا ہے اورنگ زیب عالمگیر کے بعد وہ کس کے لئے کرے گا۔ لہٰذا اس نے مرہٹوں کے خلاف اپنے حملے اور اپنی فتوحات کا سلسلہ روک دیا اور مرہٹوں کے سالار راجہ رام کے ساتھ ایک طرح سے اس نے صلح کا معاہدہ کرلیا۔

دوسری طرف مرہٹوں نے ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک بار پھر اپنی طاقت وقوت میں اضافہ کرلیا۔ ذوالفقار خان تو اپنے لشکر کے ساتھ آزکوٹ کے قلعہ میں حالات کا انتظار کرنے لگا۔ ادھر جب موسم برسات شروع ہوا تو وہ آرکوٹ سے نکل کروندی ویلش پہنچ گیا۔

اس دوران راجہ رام کے علاوہ جو دو دوسرے بڑے مرہٹہ سالار تھے جن

میں سے ایک کا نام سنت اور دوسرے کا نام دھن تھا وہ بھی مسلمانوں کے خلاف کاروائیاں کررہے تھے۔ اورنگ زیب کی بیماری کا سن کر انہوں نے بھی مسلمانوں کے علاقوں میں لوٹ مار کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے لئے فوائد حاصل کرنے شروع کردیئے تھے لیکن اس موقع پر جہاں حالات مغلوں کے لئے خراب ہوئے تھے وہاں مرہٹوں کے لئے بھی خراب ہو گئے تھے۔ اس لئے کہ سنت اور دھن پہلے دو بہترین ساتھی تھے کسی معاملہ میں ان کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے۔ وہ اپنے اپنے حصے کا لشکری لے کر علیحدہ ہو گئے۔

اسی دوران اورنگ زیب عالمگیر کی طرف سے ایک اور سالار لشکر کا ایک حصہ لے کر جنوب کی طرف پہنچا۔ سالار کا نام داؤد خان تھا۔ اب مغلوں کی بدقسمتی کہ اس موقع پر چونکہ ذوالفقار خان کے تعلقات مرہٹوں سے اچھے تھے۔ داؤد خان کے آنے پر اس نے یہ خیال کیا کہ کہیں داؤد خان جنگی کاروائیوں میں اس سے سبقت نہ لے جائے اور اسے پیچھے نہ چھوڑ جائے لہٰذا جب کبھی بھی داؤد خان نے مرہٹوں پر ضرب لگانا چاہی اور انہیں نقصان پہنچانا چاہا تو اس کی نقل وحرکت کی اطلاع ذوالفقار خان مرہٹوں کو کردیتا۔ اس طرح داؤد خان کی کاروائیاں بے کار ثابت ہونے لگیں۔

اب ذوالفقار خان کے لئے ایک مصیبت اٹھنے لگی۔ اس نے جب اندازہ لگایا کہ اس کے لشکر کے اپنے چھوٹے سالار اس کی کاروائیوں اور اس کی نقل وحرکت کو مشتبہ خیال کرنے لگے ہیں اور اس کی ذات اب مغلوں کے اندر مشکوک ہوتی جارہی ہے تب اس نے ایک دم پلٹا کھایا۔

داؤد خان کا ساتھ دیتے ہوئے مرہٹہ سالار رام راج کا اس نے رخ کیا۔ رام راج کو جب خبر ہوئی کہ ذوالفقار خان اور داؤد خان دونوں متحد ہو کر اس کے خلاف حملے کرنے لگے ہیں تو اس نے بھی اپنی طاقت وقوت کو مجتمع کیا۔ مغلوں اور مرہٹوں کے درمیان خون ریز جنگ ہوئی جس کے نتیجہ میں راجہ رام کو بدترین شکست ہوئی اور وہ اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ راجہ رام کی شکست کے بعد ذوالفقار اور داؤد خان دونوں نے آگے بڑھ کر مرہٹوں کے تین بڑے بڑے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ رام راج کے پانچ بچوں اور اس کی چار بیویوں کو بھی گرفتار کر لیا۔

راجہ رام کو تو ذوالفقار اور داؤد نے قابو کر لیا تھا۔ لیکن دوسری طرف سنت اور دھن ابھی تک اپنے اپنے حصوں کے لشکر کے ساتھ دندناتے پھر رہے تھے۔ اسی دوران اورنگ زیب نے اپنے ایک سالار شیراز خان کو ایک لشکر دے کر سنت اور دھن پر ضرب لگانے کے لئے بھیجا لیکن مرہٹوں نے حملہ آور ہو کر شیراز خان کے لشکر کو نہ صرف شکست دی بلکہ شیراز خان کو بھی گرفتار کر لیا۔ اس جنگ میں لگ بھگ 1500 مغل کام آئے۔ اس کاروائی کے بعد سنت اور دھن کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے آگے بڑھتے ہوئے پرتاپ گڑھ، روہیلہ، راج گڑھ اور تورنہ کے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے مزید پیش قدمی کی اور ایک انتہائی اہم اور مضبوط قلعے پنہالا پر بھی وہ قابض ہو گئے۔

اورنگ زیب عالمگیر کو جب خبر ملی کہ سنت اور دھن نے لوٹ مار شروع کر دی ہے اور مغل لشکریوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں تو اس نے ایک اور لشکر قاسم خان کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ لیکن مرہٹے اچانک گھات سے نکل کر قاسم خان

پر حملہ آور ہوئے اور اسے بھی شکست دی۔ اب مغلوں کے پاس جس قدر سامان تھا وہ مرہٹوں نے لوٹ لیا۔ قاسم خان بچارا اس شکست کو برداشت نہ کرسکا اور اس نے خودکشی کرلی۔

اس دوران ایک اور مغل سردار ہمت خان چھوٹے سے لشکر کے ساتھ مرہٹوں کی طرف بڑھا لیکن وہ بھی ناکام رہا اور مرہٹوں کے ساتھ جنگ کے دوران وہ مارا گیا۔ اس قدر کامیابیوں کے بعد مرہٹوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ ان کے پاس دولت اور ضروریات زندگی کے ڈھیر بھی لگ گئے۔ اورنگ زیب عالمگیر نے جب دیکھا کہ مختلف سالاروں کے بھیجنے کے باوجود مرہٹے قابو میں نہیں آرہے تب ایک لشکر لے کر وہ بذات خود مرہٹوں پر حملہ آور ہونے کے لئے نکلا۔ اس نے تہیہ کرلیا تھا کہ جب تک وہ مرہٹوں کو نیست و نابود نہیں کرے گا پلٹ کر شمال کا رخ نہیں کرے گا۔

دوسری طرف مرہٹوں کو جب خبر ہوئی کہ ان پر حملہ آور ہونے کے لئے اورنگ زیب بذات خود پیش قدمی کر رہا ہے تو ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ وہ گھبرا اٹھے وہ جانتے تھے کہ اورنگ زیب عالمگیر جب تک انہیں زیر نہیں کرے گا واپس نہیں جائے گا۔

اس بناء پر سنت اور دھن دونوں کے درمیان کچھ اختلاف رائے پیدا ہوگیا جس کے نتیجہ میں دونوں مرہٹہ سردار آپس میں لڑ پڑے سنت کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا لیکن اس کے کسی دشمن نے، جس کے بھائی کو اس نے قتل کیا تھا اس نے سنت کو بھی مار ڈالا۔

اب باقی دو بڑے بڑے مرہٹہ جرنیل رہ گئے تھے ایک راجہ رام اور دوسرا دھن دونوں جانتے تھے کہ اورنگ زیب بڑی تیزی سے ان کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے ایک سالار بیدار بخت کو راجہ رام کی طرف روانہ کیا۔ اس وقت راجہ رام کے پاس ایک بہت بڑا لشکر تھا اور وہ ستارہ سے روانہ ہو کر کسی محفوظ پناہ گاہ کی طرف جانا چاہتا تھا کہ اورنگ زیب کے سالار بیدار بخت نے پارندہ کے مقام پر اسے جالیا۔ راجہ رام اور بیدار بخت کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی جس میں بیدار بخت نے راجہ رام کو بدترین شکست دی ان گنت مرہٹوں کو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا اور راجہ رام اپنی جان بچا کر احمد نگر کی طرف بھاگ گیا۔

اب اورنگ زیب عالمگیر کے بذات خود آنے سے مرہٹہ لشکریوں کے حوصلے بالکل منجمد، ان کے ولولے سرد ہونا شروع ہو گئے تھے اورنگ زیب عالمگیر نے آتے ہی مرہٹوں پر سخت ضرب لگائی اور حملہ آور ہو کر ان سے بسنت گڑھ کا قلعہ چھین لیا۔ اس کے بعد اورنگ زیب پیش قدمی کرتے ہوئے مرہٹوں سے ایک کے بعد ایک قلعہ چھینتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اورنگ زیب عالمگیر مرہٹوں کو اپنے سامنے شکست پر شکست دیتا ہوا اور ان کے ہر لشکر کو اپنے پاؤں تلے روندتا ہوا مرہٹوں کے صدر مقام پارلی پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔

مرہٹوں کے اس مرکزی شہر پر 19 جون 1700ء کو اورنگ زیب نے اس قدر شدت اس قدر سختی کے ساتھ حملہ کیا کہ مرہٹے اورنگ زیب عالمگیر کے حملوں کا جواب نہ دے سکے نہ اس کے حملوں کو برداشت کر سکے۔ لہٰذا مرہٹوں کے صدر مقام پر بھی اورنگ زیب قابض ہو گیا۔

مرہٹوں کے پاس ایک بہت بڑا قلعہ پنہار رہ گیا تھا۔ پارلی کو فتح کر کے اورنگ زیب عالمگیر نے پنہار کا رخ کیا۔ اس دوران ذوالفقار خان بھی اورنگ زیب عالمگیر سے آن ملا تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر نے اس کے ذمہ یہ کام لگایا کہ اس دوران وہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ چاروں طرف پھیل جائے اور جہاں کہیں بھی مرہٹے دکھائی دیں یا چھوٹے موٹے ان کے لشکر لوٹ مار کرتے نظر آئیں تو ان پر حملہ آور ہو کر ان کا خاتمہ کرتا چلا جائے اورنگ زیب عالمگیر چونکہ مرہٹوں کی آئے دن کی شورشوں و بغاوتوں سے تنگ آ چکا تھا لہٰذا اس نے مکمل طور پر مرہٹوں کا خاتمہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

اب چونکہ مرہٹوں کے پاس پنہار نام کا بڑا قلعہ تھا لہٰذا اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے لشکر کے ساتھ پنہار کا اس قدر سختی سے محاصرہ کیا اور شہر پر اس نے ایسے جان لیوا حملے شروع کیے کہ مرہٹوں کو بے پناہ نقصان اٹھانا پڑا۔ مرہٹے جب وہاں سے بھاگنے لگے تب اورنگ زیب ان پر حملہ آور ہوا اور ان کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس طرح اورنگ زیب عالمگیر نے پنہار نام کے اس مستحکم قلعے پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔

اس کے بعد اورنگ زیب عالمگیر نے مزید پیش قدمی شروع کی اور مرہٹوں کے ایک اور قلعے کا رخ کیا جس کا نام کھلنا تھا۔ کھلنا کا قلعہ سطح سمندر سے 3350 فٹ کی بلندی پر واقع تھا اور مورخین لکھتے ہیں کہ اس کے اردگرد انتہائی گھنے جنگلات تھے۔ تاہم اورنگ زیب عالمگیر کا لشکر کسی نہ کسی طرح ان گھنے جنگلوں میں راستہ بناتا ہوا کھلنا نام کے قلعے پر حملہ آور ہونے کے لئے آگے

بڑھا۔ 3350 فٹ کی بلندی پر حملہ آور ہونا انتہائی مشکل تھا مغلوں کو چٹانوں سے راستہ بنانا پڑ رہا تھا۔ ادھر قلعہ کے اندر مرہٹوں کی توپیں لگاتار اورنگ زیب عالمگیر کے لشکر پر گولے برسا رہی تھیں لیکن اورنگ زیب نے ہمت نہیں ہاری۔ گو اس وقت اورنگ زیب عالمگیر کی عمر 90 کے قریب پہنچ چکی تھی۔ لیکن جوانوں کی طرح اس نے اپنے لشکر کی کمانداری کی اور پہاڑی کے اوپر بنے ہوئے اس قلعے پر حملہ آور ہوا اور اس قلعے کو بھی اس نے اپنے سامنے زیر و مغلوب کر کے رکھ دیا۔

کھلنا کی فتح کے بعد اورنگ زیب عالمگیر بے کار نہیں بیٹھا۔ اس نے مرہٹوں کے خلاف مزید پیش قدمی شروع کی۔ سب سے پہلے ان سے گوردھانا کا قلعہ چھینا۔ اس کے بعد راج گڑھ پر حملہ آور ہو کر اسے فتح کیا۔ بعد میں تولنا کا قلعہ بھی مرہٹوں سے چھین لیا۔ 9 فروری 1705ء کو وہ مرہٹوں کے چند اور قلعوں پر بھی قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

سخت مشقت کے باعث اورنگ زیب عالمگیر بیمار ہو گیا۔ گو وہ 90 سال کے لگ بھگ کا ہو چکا تھا۔ لیکن اس کے حوصلے اس کی ہمت اور اس کے ولولے جوانوں جیسے تھے۔ اپنے لشکر پر اس کی گرفت بڑی مضبوط اور بڑی مستحکم تھی۔ دس دن بخار میں مبتلا رہنے کے بعد اس کی حالت پھر سنبھلی۔ اب اس نے احمد نگر کا رخ کرنے کا ارادہ کیا۔

جس وقت اورنگ زیب عالمگیر اپنے لشکر کے ساتھ جنوب کی طرف نہیں آیا تھا اس سے قبل احمد نگر اور اس کے گرد و نواح میں مرہٹوں نے لوٹ مار کر کے عجیب سی تباہی اور بربادی مچا رکھی تھی۔

مرہٹوں نے بہت سے علاقوں کی سڑکیں بند کر دی تھیں۔ لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کے ذریعہ وہ غربت سے امارت کے درجہ تک پہنچ رہے تھے۔ مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس موقع پر وہ مرہٹے جو اورنگ زیب کی شخصیت، اس کے کردار سے متاثر تھے اور اس کے لشکر میں شامل ہو چکے تھے وہ ہمیشہ اس کی درازیٔ عمر کی دعا کرتے رہے۔ اس لئے کہ وہ اب اپنے طور پر اورنگ زیب عالمگیر کو اپنا ان داتا خیال کرتے تھے۔

اورنگ زیب عالمگیر کی آمد سے پہلے احمد نگر اور اس کے گردونواح میں بہت سے علاقوں پر باغی مرہٹوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ وہ وہاں سے مالیہ وصول کرتے اور جمع ہونے والی رقم آپس میں تقسیم کر لیتے۔ جہاں کہیں بھی چھوٹے موٹے مغل لشکر نظر آتے ان پر حملہ آور ہو کر ان کا خاتمہ کر دیتے۔

انہوں نے وہاں ہر شہر اور بڑے بڑے قصبے کے پاس قلعے بھی تعمیر کئے تاکہ وہاں سے نکل کر مختلف علاقوں پر حملہ آور ہوں اور لوٹ مار کا کام جاری رکھیں۔

مرہٹے احمد نگر کے گردونواح میں جہاں کہیں بھی حملہ آور ہوتے وہاں سے اپنی مرضی کے مطابق مالیہ وصول کرتے اور اپنے گھوڑوں کو تیار فصلوں میں چھوڑ دیتے۔ اس طرح نظم ونسق کی حالت انہوں نے ابتر کر کے رکھ دی۔ کاشتکاروں نے کاشت کرنا چھوڑ دیا۔ قدرتی طور پر جاگیرداروں کو مالیہ کی وصولی بند ہو گئی۔ مرہٹوں کے ملازم مختلف علاقوں میں لوٹ مار کرتے اور اس میں سے کچھ حصہ اپنے سرداروں کو دیتے باقی اپنے پاس رکھ لیتے۔

جاگیروں کی تباہی کے باعث شاہی خزانوں میں بھی اثر پڑنا شروع ہوا۔ اجناس

کی بڑھتی ہوئی قیمت سے بھی احمد نگر اور گردونواح کے لوگ پریشان ہونے لگے۔

احمد نگر اور اس کے گردونواح میں مرہٹوں کی گرفت مضبوط ہوتی چلی گئی تھی۔ مرہٹے لاقانونیت پر اترے ہوئے تھے اور ہر وقت لوٹ مار میں مصروف رہتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ چھوٹا موٹا مغل لشکر ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا لہٰذا انہوں نے کھل کھلا چاروں طرف تباہی و بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا تھا۔ کہتے ہیں مرہٹوں پر حملہ آور ہونے اور ان سے نمٹنے کے لئے جس وقت اورنگ زیب عالمگیر احمد نگر پہنچا تو وہاں زمین فصلوں اور درختوں سے بالکل محروم ہو چکی تھی۔ اب وہاں صرف انسانوں اور جانوروں کے ڈھانچے نظر آ رہے تھے۔ ان علاقوں میں مسلسل جنگوں کے باعث لاکھوں آدمی، جانور، بیل، اونٹ اور ہاتھی وغیرہ پہلے ہی ہلاک ہو چکے تھے۔ اس کے علاوہ وہاں طاعون بھی پھیلا تھا جس کے باعث لگ بھگ دو لاکھ افراد موت کا لقمہ بن گئے تھے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ ان دنوں مرہٹوں کی بغاوتوں اور طاعون کی وجہ سے ان علاقوں میں لگ بھگ تین لاکھ لوگ موت کا لقمہ بن گئے تھے۔

بہر حال اورنگ زیب عالمگیر اپنے لشکر کو لے کر احمد نگر پہنچا۔ تب مرہٹے اس کی آمد کی وجہ سے ایسے دہشت زدہ اور خوفزدہ ہوئے کہ احمد نگر ہی نہیں ارد گرد کے علاقوں کو بھی خالی کر کے بھاگ کھڑے ہوئے۔

اس طرح دکن میں آ کر اورنگ زیب عالمگیر نے بالآخر بڑھاپے کے باوجود مرہٹوں کو پے در پے شکست دیتے ہوئے مغلوں کی حالت بہتر اور مستحکم کر دی تھی۔ اس کے بعد اورنگ زیب واپس مرکزی شہر کی طرف جانا چاہتا تھا۔

لیکن ان مہموں کی وجہ سے اورنگ زیب بیمار رہنے لگا۔

اس کے بیٹوں کو بھی خبر ہوگئی تھی کہ ان کا باپ مرض الموت میں مبتلا ہو گیا ہے اور اس مرض سے وہ بچے گا نہیں۔ لہٰذا انہوں نے اپنے طور پر تخت و تاج حاصل کرنے کے لئے کوششیں شروع کر دی تھیں۔

سب سے پہلے تخت کے لئے اورنگ زیب عالمگیر کے بیٹے اعظم شاہ نے کوشش کی۔ وہ تخت کے دوسرے دعوے داروں کو پیچھے ہٹا کر خود حکومت سنبھالنا چاہتا تھا۔

اورنگ زیب عالمگیر کے بیٹے شاہ عالم کا ایک بیٹا یعنی اورنگ زیب کا پوتا تھا جس کا نام عظیم الشان خان تھا وہ اس وقت پٹنہ میں قیام کیے ہوئے تھا۔ کہتے ہیں عظیم الشان ایک انتہائی قابل و رحمدل شخص تھا اس میں حکمرانی کی قابلیت بھی تھی۔

اعظم خان نے شاہ عالم کے اسی بیٹے عظیم الشان کے خلاف اورنگ زیب کے کان بھرنا شروع کر دیئے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اورنگ زیب کے بعد لوگ اس کی جگہ عظیم الشان کو بھی ہندوستان کا شہنشاہ بنا سکتے ہیں۔

اورنگ زیب بیمار تھا۔ اس کی طبیعت برہم تھی۔ لہٰذا اپنے بیٹے اعظم خان کی باتوں میں آتے ہوئے اس نے عظیم الشان کو پٹنہ سے واپس بلا لیا۔

اس دوران شہزادہ اعظم نے اپنے بھائی کام بخش کو کسی نہ کسی طرح موت کے گھاٹ اتارنا چاہا۔ اعظم کی حرکات سے اس کے ارادے اورنگ زیب پر بھی عیاں ہوتے جا رہے تھے۔ لہٰذا انتہائی بیماری کی حالت میں بھی اورنگ زیب نے مجبوراً اپنے ایک سالار سلطان حسین کو کام بخش کی حفاظت پر مقرر کر دیا تھا۔

کہتے ہیں فروری 1707ء کو اورنگ زیب کی حالت بہت زیادہ خراب

ہو گئی لیکن وہ وقتی طور پر کچھ سنبھل گیا۔ اورنگ زیب کو احساس تھا کہ اس کا آخری وقت قریب آ گیا ہے چنانچہ اس نے اپنی موت کے بعد اپنے بیٹوں کو خانہ جنگی سے بچانے کے لئے ہر ممکن کوشش شروع کر دی۔ اس نے اپنے بیٹے کام بخش کو بیجاپور کا والی مقرر کر کے روانہ کر دیا اس کے ساتھ ایک لشکر بھی کیا۔

اس کے صرف چار دن بعد شہزادہ اعظم کو مالوہ کا والی بنا کر مقرر کیا گیا۔ اعظم بڑا سیاسی قسم کا آدمی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کا باپ جس مرض میں مبتلا ہو گیا ہے وہ اس سے بچے گا نہیں۔ لہٰذا وہ روزانہ کہیں نہ کہیں پڑاؤ کرتا تا کہ اس کی رفتار مالوہ کی طرف جاتے ہوئے سست رہے۔ ایسا کرنے سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر اسی دوران میں اس کا باپ اورنگ زیب وفات پا جائے تو وہ فوراً پلٹ کر تاج و تخت پر قبضہ کر لے گا۔

28 فروری کو اورنگ زیب شدید بخار میں مبتلا ہو گیا۔ اس کے باوجود نوے سالہ شہنشاہ لگاتار تین دن تک اپنا دربار لگاتا رہا۔ احکامات جاری کرتا رہا پانچ وقت کی نماز باقاعدگی سے ادا کرتا رہا۔ اس دوران اس نے اپنے دونوں بیٹوں اعظم اور کام بخش کو خطوط لکھے جن میں انہیں نصیحت کی گئی کہ وہ رعایا کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور خانہ جنگی کے بیج بونے کی جگہ بھائیوں کی طرح امن وسکون اور محبت کی طرح رہیں۔

اورنگ زیب نے اس خط میں اپنے دونوں بیٹوں کو فانی دنیا کی ہر فانی شے کے بارے میں بھی بہت کچھ لکھا۔ بہر حال 3 مارچ 1707ء کو اورنگ زیب عالمگیر صبح اپنی خوابگاہ سے نکلا۔ اس نے سب سے پہلے نماز ادا کرنے کے بعد قرآن مقدس کی تلاوت کی۔ کہتے ہیں اس کے بعد اچانک وہ کلمہ پڑھتے ہوئے آخری

سانسیں لینے لگا اس کے بعد اس کی روح اس عالم فانی سے کوچ کر گئی اور وہ مر گیا۔

جب اورنگ زیب عالمگیر کے مرنے کی خبر اس کے بیٹے اعظم کو ہوئی تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ پلٹ آیا۔ اس وقت تک اس نے صرف چالیس میل کا سفر طے کیا تھا۔ اس نے اورنگ زیب کی تجہیز و تکفین میں حصہ لیا۔ جنازہ شیخ زین الحق کے مزار کے قریب تکفین کے لئے روانہ کر دیا گیا۔ اس جگہ کا نام خلد آباد رکھا گیا اس کے بعد اورنگ زیب کے نام کے ساتھ ہی خلد مکان کے الفاظ سرکاری طور پر استعمال کئے جاتے رہے۔

اورنگ زیب کے آخری ایام بلاشبہ ایک المیہ سے کم نہ تھے تمام زندگی اس کی یہی کوشش رہی کہ برصغیر میں ایک ایسی مضبوط، مستحکم حکومت قائم ہو جہاں انصاف کا دور دورہ ہو لیکن اس کے یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے۔

اس کی حکومت کا آخری دور لاقانونیت کی زد میں رہا۔ ضعیف العمری می وہ بالکل تنہا رہ گیا تھا اور اس تنہائی کا اسے خود بھی شدت سے احساس تھا۔

اس کے تمام پرانے اور قابل ذکر اور قابل اعتماد امراء اور ذاتی دوست احباب وفات پا چکے تھے۔ صرف اسد خان زندہ تھا جو نہ صرف اس کا وزیر بلکہ ایک قابل اعتماد ساتھی اور دوست بھی تھا۔ اب اس کے دربار میں صرف جوان خون نظر آتا تھا لیکن یہ لوگ ذمہ داریاں سنبھالنے سے گریزاں اور ایک دوسرے کے خلاف سازشوں کے جال بننے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی اورنگ زیب عالمگیر کو بہت دکھ اور صدمے پہنچے۔

1702ء میں اس کی چہیتی اور لاڈلی بیٹی زیب النساء مر گئی اور اس کے

مرنے کا اورنگ زیب عالمگیر کو شدید صدمہ ہوا۔اس کی ذات کے لئے دوسرا بڑا صدمہ اس کا باغی بیٹا شہزادہ اکبر تھا جو جلاوطنی کی زندگی گزار رہا تھا۔

اس کے لئے تیسرا بڑا صدمہ یہ سامنے آیا کہ اس کی دوسری بیٹی گوہر آرا بھی اس کے سامنے وفات پا گئی اور اسے چھوڑ کر چلی گئی۔آخری عمر میں لے دے کر اورنگ زیب عالمگیر کے ساتھ اس کی بہن زیب النساء رہ گئی تھی۔

اورنگ زیب عالمگیر بلاشبہ برصغیر پاک وہند کا اہم ترین حکمران شمار کیا جاتا ہے گو تعصبات کی بناء پر اورنگ زیب پر بہت سے الزامات عائد کئے جاتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس نے نہ کسی مذہب نہ ہی کسی فرقے کے لوگوں سے ناروا سلوک کیا۔

وہ انتہاء درجہ کا انصاف پسند اور نیک طبع تھا۔اس کی اپنی ساری زندگی اسلامی شریعت کی پیروی میں گزری۔وہ ہمیشہ رزق حلال پر یقین رکھتا تھا۔یہی وجہ تھی کہ اس کی زندگی شہنشاہ ہونے کے باوجود سادگی کے ساتھ گزری اور محنت کرتے کرتے وہ اپنے انجام کو پہنچا۔اسے عیش وعشرت اور لہوولعب سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔اس کی ساری زندگی امور سلطنت اور حکومت کے استحکام پر مرکوز رہی۔

اورنگ زیب عالمگیر کو جھوٹ سے نفرت اور انصاف سے محبت تھی کیونکہ سادہ طبع اور نیک طبیت لوگوں میں اپنی سچائی اور راستی کے باعث خوف بالکل نہیں ہوتا۔لہٰذا یہی وہ خصوصیات تھیں جنہوں نے اورنگ زیب کو انتہائی ہمت اور جرأت کے جوہر سے مالا مال کر رکھا تھا۔

اورنگ زیب میں تحمل اور بردباری اپنے عروج پر تھی۔اس نے ابتدائی زندگی ہی سے اپنے آپ کو حکومت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کا اہل بنالیا تھا۔خود

اعتمادی، علم وقوت ارادی اس کے ہاں عروج پر دکھائی دیتی ہے۔ یہی وہ خواص تھے جنہیں اس نے اپنایا۔ علم سے اس کے عشق کا یہ عالم تھا کہ موت کے دن تک اور شدید علالت کے باوجود وہ مطالعہ میں مصروف رہا۔

اس نے جو سلطنت کے لئے خط وکتابت کی اس کی خط وکتابت سے ظاہر ہوتا ہے کہ فارسی شعروں پر اسے حد درجہ عبور حاصل تھا۔ عربی ادب سے بھی اسے خاص لگاؤ تھا۔ فتاوی عالمگیری قانون شریعت کی منہ بولتی تصویر ہے جس سے اورنگ زیب عالمگیر کی ذہانت اور مذہب سے بے پناہ عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔

تخت نشینی سے قبل اس نے اپنی ذہانت اور حسن سلوک کی بناء پر شاہ جہاں کے دربار میں اعلیٰ عہدوں پر فائز درباریوں میں اپنا ایک مقام بنالیا تھا۔ اس کی ذاتی زندگی لباس اور خوراک سادگی اور حسن ذوق کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ شان وشوکت اور دولت وامارت سے اسے کوئی لگاؤ نہ تھا اور اپنے آباؤ اجداد کی طرح وہ بھی متعدد شادیاں کرسکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔

جہاں تک اورنگ زیب عالمگیر کے سرکاری انتظام اور انصرام کا تعلق ہے تو اس کی ذہانت قابل رشک تھی۔ وہ روزانہ اور بوقت ضرورت دن میں دو بار بھی عدالت لگاتا اور تمام احکامات اور فیصلے اپنے ہاتھ سے رقم کرتا۔ اس کے علاوہ وہ بلاناغہ سرکاری خطوط کے جوابات اور مختلف افسروں اور صوبوں کے نام احکامات وہدایات بھی لکھواتا۔ اس کی صحت کا عالم یہ تھا کہ 90 سال کی عمر کو پہنچنے کے باوجود تنومند اور چاق وچوبند تھا صرف قوت سماعت کسی حد تک کمزور ہوگئی تھی۔

اس کے حافظے اس کی یادداشت کا یہ عالم تھا کہ وہ جس شخص کو ایک بار دیکھ

لیتا یا حافظہ ایک بار سن لیتا اسے کبھی نہ بھولتا۔ امور جنگ اور انتظامیہ پر اس کی براہِ راست اور کڑی نگرانی رہتی تھی اور اس کے انتظامات کا عالم یہ تھا کہ جو افسر دور دراز صوبوں میں موجود تھے وہ بھی اس کا نام سن کر کانپ جاتے۔ دوسری طرف اس کے ساتھ عام لوگوں کی عقیدت اور محبت کا یہ عالم تھا کہ لوگ اسے چاہت و محبت اور ہمدردی میں عالمگیر زندہ پیر کے نام سے یاد کرتے تھے۔

اورنگ زیب عالمگیر کو خوشامد اور غیبت سے سخت نفرت تھی۔ وہ ایسی باتوں کو ہرگز برداشت نہ کرتا تھا جو خوشامد اور غیبت پر مبنی ہوں۔ اس کے باوجود وہ اپنے دور کا ایک دبنگ اور منتظم حکمران تھا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ ذہین اور صاحب علم بھی تھا۔ اس نے اپنی پوری کوشش کی کہ عوام کے معیار زندگی کو بلند کرے اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے۔

اورنگ زیب عالمگیر نے کبھی شاہی خزانے سے ایک پائی بھی اپنے مصرف میں لانا حرام سمجھی۔ اس کا معمول تھا کہ صبح سویرے بیدار ہونے کے بعد نماز ادا کرتا۔ قرآن مقدس کی تلاوت کرنے کے بعد وہ قرآن کریم کی کتابت کرتا۔ اس نے متعدد قرآن مقدس کے نسخے اپنے ہاتھ سے تحریر کیے۔ اس کے فارغ اوقات عبادت میں گزرتے یا وہ کلہ تیار کر کے انہیں فروخت کر دیتا۔ بس اسی رقم پر اس کی بسر اوقات ہوتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ اورنگ زیب عالمگیر حافظ قرآن تھا اور 24 گھنٹے میں صرف تین یا ساڑھے تین گھنٹے آرام کرتا تھا۔

شریعت اور حضور ﷺ کا طریق زندگی اورنگ زیب کی زندگی تھی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ شریعت ہی اورنگ زیب کا لباس تھا۔ اس نے اپنی تمام

زندگی ایک دیندار اور پاکباز مسلمان کی طرح گزاری عام بادشاہوں کے برعکس اس کا تصور بادشاہت انتہائی بلند معیار کا حامل تھا۔

مملکت کے امور میں اس کی ہر وقت کڑی نظر رہتی تھی اور وہ ایک ایک بات سے باخبر رہتا تھا۔ اس کے انصاف کا یہ عالم تھا کہ اگر بیٹے بھی کوئی غلطی کرتے تو انہیں عام لوگوں کی طرح سزا دی جاتی تھی۔

اورنگ زیب بلاشبہ ایک اعلیٰ حکمران ہونے کے ساتھ ساتھ نرم دل بھی تھا مگر جب کوئی شخص امور مملکت میں بے جا مداخلت کرتا یا غداری کا ارتکاب کرتا تو اس کے لئے اورنگ زیب کے دل میں کوئی جگہ نہ رہتی تھی۔

وہ کہا کرتا تھا کہ اگر نظام مملکت میں ایک ضابطہ کی بھی خلاف ورزی ہوئی تو تمام ضابطے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔ وہ یہ بھی کہا کرتا تھا!

"یہ کتنی عجیب بات ہے کہ میں نے کبھی یہ اجازت نہیں دی کہ کوئی شخص قانون یا ضابطوں کی خلاف ورزی کرے۔ اس کے باوجود کچھ لوگوں کی جرأت کا یہ عالم ہے کہ وہ مجھ سے اس قسم کی حرکت کے ارتکاب کی درخواست کرتے ہیں۔"

اورنگ زیب عالمگیر خود محنتی تھا۔ اس طرح وہ اپنے حکام سے بھی ویسی ہی محنت کی توقع کرتا تھا۔ مؤرخوں کے مطابق اورنگ زیب بہ نفس نفیس محنت و دیانت کا سرچشمہ تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر پر آخری وقت خدا کا خوف غالب رہا۔ موت کی بیماری میں اس نے شہزادہ کام بخش کے نام اپنے خط میں ان خیالات کا اظہار کیا کہ وہ اس دنیا سے اپنی غفلتوں، گناہوں اور لغزشوں کا ایک انبار لے کر جا رہا ہے اور یہ کہ اس کی وفات کے بعد عوام سے بہتر سلوک

کیا جائے اور ان پر کوئی ظلم نہ کیا جائے۔

اپنے آخری ایام میں اس نے اپنے بیٹے شہزادہ اعظم کو ایک خط لکھا جو اس کے عمدہ کردار اور اعلیٰ اخلاق کی نشان دہی کرتا ہے۔ اس نے لکھا تھا۔

''میری پیدائش پر لاتعداد لوگوں نے جشن منائے مگر بوقت رخصت میں تنہا ہوں۔ زندگی کے مقاصد عظیم ہوتے ہیں اور مجھے ان لمحات کے ضیاع کا شدید صدمہ ہے جو خدا کی عبادت اور اس کی یاد کے بغیر گزرے۔ کاش! میں لوگوں کی خدمت اپنے حسبِ منشا کر سکتا۔ اس لئے بعض اوقات احساس ہوتا ہے کہ میری زندگی بھی بے مقصد تھی جو بے کار گزر گئی۔ لیکن اب سوائے تاسف کے اور ہے بھی کیا؟ وقت اپنی یادوں کے نقوش ثبت کر جاتا ہے۔ میں بے حد کمزور ہو چکا ہوں اور اس دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے اپنے گناہوں کا ایک بار عظیم موجود ہے۔ خدائے برتر رحیم وکریم ہے شاید وہ میری بخشش کا سامان کر دے۔''

اورنگ زیب نے حکومت اور مملکت کا انتظام جو پہلے رائج [illegible] اس میں تبدیلی کی۔ مملکت کے جو پہلے صوبے بنے ہوئے تھے ان میں بھی اضافہ کیا اور اس کے دور میں صوبوں کی تعداد 21 ہو گئی تھی۔ اس کے علاوہ اپنی مملکت کو اورنگ زیب نے اتنی وسعت دی کہ اس سے پہلے کسی مغل بادشاہ کے پاس اتنی وسیع اور بڑی سلطنت نہ تھی۔

اس نے لوگوں کو قانون کا احترام کرنا سکھایا اور خود قانون شریعت پر چل کر دیگر حکام کو بھی اس پر چلنے کی تاکید کی۔ اورنگ زیب پر مذہبی تعصب کا الزام عائد کیا جاتا ہے لیکن یہ بالکل بے بنیاد اور ناروا ہے۔ اس نے کبھی کسی وقت بھی ہندوؤں

سے ناروا سلوک نہ کیا۔ قانون شریعت کا اطلاق ہندو پر نہ تھے۔ وہ صرف جزیہ ادا کرتے تھے اور اپنے مذہب کے عقائد اور رسومات کے تحت زندگی گزارتے تھے ۔ان کے مقدمات کا فیصلہ بھی انہی کے قانون کے تحت ہوا کرتا تھا اور ان کے لئے ہندو منصف مقرر کیئے گئے تھے۔ انہیں عبادت کرنے اور اپنے تہوار منانے کی مکمل آزادی تھی۔ البتہ اخلاقی قانون کا اطلاق ہندوؤں اور مسلمانوں پر یکساں ہوتا تھا۔

اورنگ زیب اس قدر نرم دل اور فراخ دل تھا کہ اس نے اعلیٰ عہدوں پر بھی ہندوؤں کو فائز کیا جس سے ان کا کاروبار خوب چمکا۔ اس کے دور میں ان گنت بڑے بڑے جاگیردار تھے جو عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

اورنگ زیب ایک قابل احترام بادشاہ تھا ہر مذہب کے لوگ اس کے دور میں آرام کی زندگی بسر کرتے تھے اور سب ہی اورنگ زیب سے بے انتہاء محبت کرتے تھے۔

اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں تین سالار ایسے تھے کہ جو سات سات ہزار کے لشکر کے کماندار تھے۔ سات سالار چھ چھ ہزار کے کماندار، سولہ کے تحت پانچ پانچ ہزار کے لشکر تھے۔ گیارہ سالاروں کے تحت چار چار ہزار کا لشکر، پانچ کے تحت 1/2 3 ہزار کا لشکر 21 سالاروں کے تحت تین تین ہزار کے لشکر تھے۔ گیارہ سالاروں کے تحت ڈھائی ہزار کے عساکر اور اس کے علاوہ چھیالیس چھوٹے سالاروں کے تحت 2 ہزار کے لشکر 43 سالاروں کے تحت ایک ایک ہزار کے لشکری ہوا کرتے تھے۔

ان سالاروں میں ہندو مسلمان دونوں قسم کے سالار ہوا کرتے تھے اور ان ہندو سالاروں میں وہ بھی شامل تھے جو بذات خود یا جن کے آباؤ اجداد اورنگ

زیب کے بدترین دشمن یا ان کے قریبی عزیز خیال کئے جاتے تھے۔ان میں پہلا اچلاجی دوسرا شیواجی کا داماد تیسرا شیواجی کا چچازاد چوتھا راجہ شاہو اور پانچواں شیواجی کا پوتا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

کچھ لوگ اورنگ زیب عالمگیر کے خلاف اس بناء پر بھی لکھتے ہیں کہ عالمگیر نے کچھ رسومات بے کار اور خلاف شرع خیال کرتے ہوئے ان کا خاتمہ کر دیا۔

مثلاً تخت نشین ہونے کے بعد اورنگ زیب عالمگیر نے شاہی دربار میں جو موسیقی کا اہتمام کیا جاتا تھا اسے ختم کر دیا اور جو موسیقار دربار سے وابستہ تھے انہیں الگ کر دیا گیا۔اس سے پہلے بادشاہ کو تخت نشینی کے موقع پر سونے میں وزن کرنے کی رسم ادا کی جاتی تھی۔اورنگ زیب عالمگیر نے اس رسم پر پابندی لگا دی۔اورنگ زیب عالمگیر سے پہلے مملکتوں کے سکوں پر کلمۂ طیبہ کندہ کیا جاتا تھا اورنگ زیب نے اس کی ممانعت کرا دی کیونکہ بقول اس کے اس طرح کلمہ کی حرمت میں فرق آتا تھا۔

اورنگ زیب عالمگیر سے پہلے دربار میں بہت سے نجومی وابستہ ہوا کرتے تھے۔اس نے تمام نجومیوں کو بھی دربار کی ملازمت سے الگ کر دیا کیونکہ وہ اسے شرک سمجھتا تھا۔اپنی سادہ طبیعت کے تحت اس نے قیمتی دھاتوں کے بنے ہوئے قلمدان دربار سے اٹھوا دیئے۔علاوہ ازیں سونے اور چاندی کے تاروں سے جو شاہی لباس تیار کئے جاتے تھے ان کی بھی ممانعت کر دی۔

مزید یہ کہ اورنگ زیب عالمگیر نے شراب اور تمام منشیات پر سخت پابندی عائد کر دی۔جسم فروشی کا کاروبار ممنوع قرار دے دیا۔ایسا کاروبار کرنے والی عورتوں کو شادی کا حکم دیا گیا۔ہندوؤں میں ستی کی رسم اس وقت اپنے زوروں پر

تھی یعنی جب شوہر مرتا تھا تو اس کے ساتھ ہی بیوی کو بھی جلا دیا جاتا تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر نے سختی کے ساتھ اس رسم پر پابندی عائد کر دی۔

اپنی مملکت میں اورنگ زیب عالمگیر نے ہجری کیلنڈر کے استعمال کا رواج دیا جبکہ اس نے ہندوؤں کو اپنا بکرمی سال استعمال کرنے کی اجازت بھی دے دی تھی۔

اورنگ زیب عالمگیر پر بہت سے ہندو یہ الزام لگاتے ہیں کہ اس نے ہندوؤں کے مندروں کو گرایا اور منہدم کیا۔ جبکہ یہ اس پر الزام تراشی ہے اس نے ایسا کبھی نہیں کیا بلکہ اس نے ہندوؤں کے مندروں کے تحفظ کے لئے بھی اقدامات کئے۔ ہاں اس نے دو طرح کے مندروں کو ضرور گرایا پہلے وہ مندر جہاں پہلے مسجدیں ہوا کرتی تھیں اور انہیں گرا کر مندر بنا دیئے گئے تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر نے انہیں گرا کر ان کو پہلے کی طرح مسجدوں میں تبدیل کر دیا یا وہ مندر جن کے اندر بڑے بڑے باغی اور سرکش بیٹھ کر مملکت کے خلاف سازشیں تیار کرتے تھے ان مندروں کو بھی اورنگ زیب عالمگیر نے گرا دیا تھا۔

اورنگ زیب پر ہندو یہ بھی الزام لگاتے ہیں کہ اس نے ہندوؤں پر جزیہ عائد کیا تو مؤرخین لکھتے ہیں۔ یہ صرف ہندو ہی ادا نہیں کرتے تھے۔ ہندو عالمگیر کا عائد کردہ جزیہ ادا کرتے تھے تو مسلمان اسی جیسا ٹیکس ادا کرتے تھے فرق صرف نام کا تھا۔ حالانکہ ہندوؤں کی نسبت مسلمان ٹیکس کی رقم زیادہ ادا کرتے تھے اور اگر حالات کا جائزہ لیا جائے تو مسلمانوں کے ٹیکس کی رقم ہندوؤں کے جزیوں سے کہیں زیادہ بنتی تھی۔ ہندوؤں کے عام طبقہ سے صرف 3,1/2 روپے سالانہ جزیہ کی صورت میں وصول کیا جاتا تھا۔ اس کے مقابلے میں جو مسلمانوں پر ٹیکس

عائد تھے ان کی مجموعی رقم اندازاً ہندوؤں کے جزیوں سے پانچ گنا زیادہ بنتی تھی۔

اس کے علاوہ اورنگ زیب عالمگیر کی رحمدلی کا یہ عالم تھا کہ معذور غیر مسلم مردوں و عورتوں پر کوئی جزیہ نہیں تھا اور وہ اس کی ادائیگی سے مستثنیٰ تھے۔ غیر مسلم بچے، غلام، معذور اور علیل لوگ بھی جزیہ سے مستثنیٰ تھے۔

کچھ غیر مسلم اورنگ زیب کی مذہبی پالیسی پر اعتراض کرتے ہیں اور اس پالیسی پر اعتراضات کرتے وقت یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے ہندوؤں کے مذہبی تہواروں کے سلسلے میں کچھ پابندیاں عائد کیں اور یہ کہا کہ وہ بعض تہوار مثلاً ہولی و دیوالی وغیرہ گھروں کے اندر منایا کریں۔

بے شک اورنگ زیب نے یہ حکم جاری کیا تھا اور اس حکم کو جاری کرنے میں اورنگ زیب عالمگیر کے پاس ایک وجہ بھی تھی وہ یہ کہ نومبر 1665ء کو اس نے گجرات کے اپنے والی کو ایک خط لکھا اس خط میں اسے حکم دیتے ہوئے کہا کہ ہندو ہولی اور دیوالی کے تہواروں کے موقع پر گلیوں اور بازاروں میں بے پناہ شور کرتے ہیں، نہایت غلیظ اور فحش زبان استعمال کرتے ہیں، گلیوں کے اندر وہ آگ کے آلاؤ روشن کرتے ہیں اور اس موقع پر لوگوں کی بہت سی چیزیں بھی چھین کر نذر آتش کر دیتے ہیں۔ نیز اس نوع کے دیگر اقدامات بھی کرتے ہیں لہٰذا آئندہ سے وہ یہ تہوار اپنے گھروں کے اندر منایا کریں۔

اصل حالات یہ ہیں کہ اورنگ زیب ہندوؤں کو ان کے تہواروں کے موقع پر تحفے تحائف و انعامات سے نوازا کرتا تھا اور دوسرے تہواروں پر بھی ان پر انعام و اکرام کی بارش کیا کرتا تھا۔ ہاں اورنگ زیب عالمگیر نے چاند گرہن کے

موقع پر ہندوؤں کو گنگا اور جمنا میں اشنان کرنے سے روک دیا تھا۔

جو لوگ اورنگ زیب عالمگیر پر طرح طرح کے الزامات لگاتے ہیں اس کے دور کا ایک مصنف جس کا نام "برنیر" ہے وہ خود ان کی نفی کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے میں نے دیکھا کہ ہندوؤں کے ان تہواروں کے مواقع پر دریا کے دونوں کناروں پر دکانیں لگتیں اور میلہ ہوتا ہندو عورتیں، بچے، مرد پانی میں غسل کرتے وہ اورنگ زیب عالمگیر کو تحفے تحائف پیش کرتے اور شہنشاہ انہیں قبول کرنے کے بعد انہیں بھی انعام واکرام اور تحائف سے نوازتا وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ بعض اوقات یہ تحائف ہاتھیوں تک بھی مشتمل ہوا کرتے تھے۔

ہندوؤں کے ساتھ امتیازی سلوک کرنے اور ان کے مندر گرانے کے گھناؤنے الزامات جو اورنگ زیب عالمگیر پر لگائے جاتے ہیں وہ متعصب ہندو اور انگریز مؤرخوں کی ذہنی اختراع ہیں ان کی تردید اورنگ زیب عالمگیر کے اس حکم سے ہو جاتی ہے جو اس نے بنارس کے اپنے والی ابوالحسن کے نام روانہ کیا اس خط میں عالمگیر نے لکھا!

"ہماری نیت حق پسند ہے لہٰذا ہم تمام رعایا کی بہبود کو مقدم سمجھتے ہیں یہی شریعت کا حکم ہے اور یہی ہمارے قانون کا تقاضہ ہے۔ ہندوؤں کے مندروں کو منہدم نہ کیا جائے اور نہ ہی نئے مندر ہماری اجازت کے بغیر تعمیر ہوں۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ بعض سرکاری عہدے دار بنارس کے قریب رہائش پذیر ان ہندو برہمنوں سے سخت سلوک کر رہے ہیں جو پرانے مندروں میں رہتے ہیں۔

ہم ان مندروں میں رہنے والوں کو ان کے بنیادی حق سے محروم نہیں کرنا

چاہتے اور نہ ہی انہیں مبتلائے مصائب دیکھنا پسند کرتے ہیں اس لئے ہم تم کو حکم دیتے ہیں کہ فوراً توجہ دو اور خیال رکھو کہ ان لوگوں میں سے کوئی ظلم کا شکار نہ ہونے پائے اور نہ ہی انہیں کسی قسم کا نقصان پہنچے۔ ہماری خواہش ہے کہ یہ سب لوگ اطمینان کے ساتھ اپنی پرانی جگہوں پر بدستور رہیں اور ہماری مملکت کے لئے دعا گو رہیں۔"

مندروں سے متعلق اورنگ زیب کا ایک اور فرمان بھی ہے۔ یہ بھی خط کی صورت میں ہے اور یہ فرمان اب بھی دہلی کے جین مندر کے بڑے پروہت کے پاس محفوظ ہے اورنگ زیب عالمگیر کا یہ حکم کچھ اس طرح ہے۔

"دو اشخاص کشور اور جین چندر نے ہماری عدالت میں درخواست کی ہے کہ ہماری سلطنت میں کچھ مندروں کے ساتھ خیراتی مکانات تعمیر کئے گئے ہیں جن میں سادھو مقیم ہیں اور یہ کہ ہمارے کچھ عہدے داران جائدادوں پر ٹیکس عائد کرنے یا انہیں ضبط کرنے کی کوشش میں ہیں۔ لہٰذا ہم حکم جاری کرتے ہیں کہ ان جائدادوں کی حفاظت کی جائے ان پر کوئی ٹیکس عائد نہ کیا جائے اور نہ ہی ان کے معاملات میں کسی قسم کی دخل اندازی کی جائے۔ چنانچہ تمام جاگیرداروں فوجداروں اور دوسرے لوگوں کو جو ہماری سلطنت میں مقیم ہیں مطلع کیا جاتا ہے کہ ہمارے اس حکم پر فوراً عمل کیا جائے۔ تاکہ آئندہ درخواست دینے والوں کو ہماری عدالت سے رجوع کرنے اور انصاف طلب کرنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔"

اورنگ زیب عالمگیر کے بعض خطوط اور حکم اب تک موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر نے معذور پجاریوں یا بعض پجاریوں کے پس ماندگان کے لئے وظائف مقرر کئے۔ ان کے لئے کچھ املاک بھی وقف

کردی تھیں۔ اورنگ زیب عالمگیر کے تخت نشین ہونے کے بعد سلطنت مغلیہ کو
جو وسعت نصیب ہوئی اور اس دوران مملکت کا نظم ونسق جس احسن طریقے سے
چلایا گیا اس سے اورنگ زیب عالمگیر کی معاملہ فہمی، دانشمندی اس کی ذہانت اور
تدبیر کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر سے پہلے برصغیر پاک
وہند میں کسی اسلامی سلطنت کو اتنی وسعت نصیب نہ ہوئی تھی جتنی اورنگ زیب
عالمگیر کے دور میں مسلمانوں کی سلطنت کو ہوئی تھی۔ سلطنت کے سارے صوبوں
پر اس کی کڑی نگرانی رہتی تھی۔ اس کی سلطنت شمال میں کشمیر سے لے کر جنوب
میں دریائے کاویری تک اور مشرق میں آسام سے لے کر مغرب میں کابل تک
پھیلی ہوئی تھی اور اس قدر وسیع سلطنت رکھنے کے باوجود اورنگ زیب عالمگیر
نے بہترین نظم ونسق اور انتہائی عمدہ اور معیاری انصاف قائم کیا۔

اورنگ زیب عالمگیر کے نظم ونسق کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس نے
کبھی بھی اپنے رشتہ داروں کو نہیں نوازا۔ بلکہ ہمیشہ اقرباء نوازی سے گریز کیا۔
امارت وسفارش یا رشتہ داری کی بناء پر کبھی اس نے کسی کو عہدوں سے نہیں نوازا
بلکہ عہدوں کی تقسیم اور ترقی کے لئے حسن کارکردگی کا اعلیٰ معیار قائم تھا۔

نئے عہدے دار بھرتی کرنے کے لئے صلاحیت اور قابلیت کو معیار بنایا گیا
تھا کیونکہ ہر معاملے میں اورنگ زیب کی ذاتی نگرانی رہتی تھی۔ اس وجہ سے دیگر اعلیٰ
حکام بھی ہر معاملے میں کسی بدعنوانی کا مرتکب ہونے کی جرأت نہیں کرتے تھے۔

جب وہ اپنے صوبے کے والیوں اور حاکموں کو نئے احکامات جاری کرتا تو نئے
احکام دینے کے بعد ان کی نگرانی بھی کی جاتی کہ ان پر کہاں تک عمل کیا گیا ہے اور جو

والی اورنگ زیب عالمگیر کے احکامات کی خلاف ورزی کرتا اور قانون کا احترام نہ کرتا اس کے لئے سخت سزائیں مقرر تھیں ان ساری باتوں کا منطقی نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ سرکاری نظم ونسق میں بدعنوانیاں نہ رہیں اور ہر کام میں باقاعدگی پیدا ہوگئی۔

اورنگ زیب 85 برس کی عمر تک براہِ راست شکایات وصول کرتا۔ ہر چھوٹے بڑے کو اس کے پاس حاضر ہوکر درخواست گزارنے کی اجازت تھی بعض غیر ملکی مؤرخوں اور کچھ شاہدوں کے مطابق اورنگ زیب کو فریادیوں کی داد رسی کرکے اور ان سے انصاف کرکے روحانی خوشی ہوا کرتی تھی۔

کیونکہ نگرانی کرنے اور ان کے حالات جاننے کے لئے اورنگ زیب عالمگیر نے واقعہ نویس اور خفیہ اطلاع دینے والے رکھے ہوئے تھے۔ یہ لوگ براہِ راست مرکز کے تحت ہوا کرتے تھے اور صوبائی والیوں سے ان کا کوئی سروکار نہیں ہوتا تھا۔ یہ لوگ کسی خوف اور جھجک کے بغیر مرکز کو صوبوں کے پورے حالات سے آگاہ کیا کرتے تھے۔ واقعہ نویس اور خبر رسانوں کو سختی کے ساتھ حکم دیا گیا تھا کہ وہ صوبوں کے سارے حالات سے بروقت آگاہ رکھا کریں۔ منصف اور قاضی بھی اپنے کام بڑی مستعدی اور انصاف سے انجام دیتے تھے۔ جہاں تک مملکت کے اندر انصاف کے تقاضوں کا معاملہ تھا تو اورنگ زیب عالمگیر کا اپنا قول تھا کہ قانون کی نظر میں عام آدمی اور شاہی خاندان کے افراد ایک ہیں اور ان سب کے لئے انصاف کے تقاضے بھی یکساں ہیں۔ اورنگ زیب عالمگیر نے جو کچھ کہا اس پر عمل کرکے دکھایا اس لئے بیشتر غیر ملکی مؤرخین اسے عدل وانصاف کا سمندر کہہ کر پکارتے ہیں۔ دن میں دوبار اس کا دربار عام منعقد ہوتا اور اس

موقع پر غریب سے غریب شخص کو بھی دربار میں حاضر ہو کر درخواست گزارنے کی اجازت ہوتی تھی۔ لوگوں کی شکایات اور ان کی فریاد وہ مکمل صبر وسکون کے ساتھ سنتا اور بیشتر معاملات پر فوری فیصلے صادر کر دیا کرتا تھا۔

اس کی پوری مملکت میں مفتی و منصف اور قاضی مقرر تھے جن کے فیصلوں کے خلاف اپیل کی جاسکتی تھی اور ان کے خلاف اپیل بھی خود اورنگ زیب سنا کرتا تھا۔

عمال اور صوبوں کے والیوں کو اس کا حکم تھا کہ انصاف میں تاخیر ہرگز نہ کی جائے اور فریقین کی بات سنے بغیر کوئی فیصلہ صادر نہ کیا جائے۔ موت کی سزا دینے سے حتی الوسیع گریز کیا جاتا تھا۔ مجرموں کو پہلی بار زیادہ سخت سزا نہ دی جاتی تھی اور یہ نصیحت کی جاتی تھی کہ آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کر لیں لیکن عادی مجرموں سے کسی قسم کی رعایت بھی نہ کی جاتی تھی۔ بہت سے مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں انصاف کے تقاضوں کو جس انداز میں پورا کیا گیا ایسا محسوس ہوتا تھا گویا وہ دور جدید کا دور ہو۔

اورنگ زیب عالمگیر نہ صرف خود ایک ماہر اور انتہائی تجربہ کار سالار تھا بلکہ لشکر سے متعلق اس کے نظم ونسق کی مثال بھی ملنا مشکل نظر آتی ہے۔ اس کے بدترین دشمنوں کو بھی اس کی عسکری صلاحیتوں اور کارکردگی کا اعتراف تھا۔ اس کے دور حکومت میں لاتعداد بغاوتوں نے سر اٹھایا باغیوں میں سے راجپوت، افغان، مرہٹے اور ست نامی اور سکھ سرفہرست تھے۔

اور یہ اورنگ زیب عالمگیر ہی کا کام تھا کہ اس نے ان سب بغاوتوں کو مؤثر طریقے پر فرو کیا۔ اگر اس میں صلاحیت کا فقدان ہوتا تو اتنی وسیع سلطنت کا

نہ صرف قیام مشکل تھا بلکہ اس سلطنت کے اس کے دور میں ٹکڑے ٹکڑے
ہو جاتے اور یہ سلطنت لاتعداد چھوٹی خودمختار ریاستوں میں تقسیم ہو جاتی۔
یہ اورنگ زیب عالمگیر کا بہترین عسکری نظم ونسق اور اس کی حسن کارکردگی تھی کہ
مرہٹوں کی اتنی بڑی شورش اور بغاوتوں کو سختی سے کچل دیا گیا اور ان کے سارے
بڑے بڑے قلعوں پر اورنگ زیب عالمگیر نے خود حملہ آور ہو کر قبضہ کرلیا۔
اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں مرہٹے مغلوں کی سلطنت کی تباہی کا ارادہ لے کر
اٹھے تھے لیکن اورنگ زیب عالمگیر نے انہیں نیست ونابود کر کے رکھ دیا۔

اورنگ زیب عالمگیر نے باقاعدہ اقتصادی منصوبہ بندی کی۔ منصوبہ بندی اتنی
کامیاب تھی کہ اپنی کفالت کرنے کے بعد ملکی مصنوعات دوسرے ممالک کو بھی برآمد
کی جاتی تھیں۔ تجارت اور برآمدات کو فروغ دینے کے لئے بہت ضروری تھا کہ ملک
کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک ذرائع رسل ورسائل کو بہتر بنایا جائے۔

لہٰذا اورنگ زیب نے اس غرض سے بہت سی سڑکیں تعمیر کرائیں۔ پل
بنائے اور دیگر انتظامات کئے گئے۔ علاوہ ازیں ان سڑکوں کی حفاظت کے لئے
بھی اہتمام کئے گئے۔ پیداوار کو بڑھانے اور تجارت کو فروغ دینے کی غرض سے
اس نے متعدد ٹیکس معاف کر دیئے۔ اس نے تاجروں کی حوصلہ افزائی کی۔ ساتھ
ہی ساتھ اس نے مملکت کے مختلف شہروں میں بہترین صنعتیں بھی قائم کیں اور
بہت سی صنعتوں کے فروغ کے لئے بھی ہر ممکن اقدامات کئے گئے قالین بافی،
ریشم اور کمخاب سازی کے کارخانے لگائے گئے۔ قیمتی کپڑا تیار کرنے کے لئے
الگ کارخانے قائم کئے گئے تھے۔ اسی طرح لوہے کا سامان تیار کرنے کے لئے

بھی کارخانے تیار کیے گئے۔

ان کارخانوں میں زیادہ تر لاہور، فتح پور، سیالکوٹ، گھاگرا، ہوشیار پور اور جالندھر، اجمیر، پٹنہ، کاٹھیاواڑ، ٹھٹھہ، گجرات، گولکنڈہ، اڑیسہ، بھکر اور کشمیر میں قائم ہوئے تھے۔ نئے کارخانوں کی تعمیر اور تجارت کے فروغ کے باعث نہ صرف ملک کی برآمدات میں اضافہ ہوا بلکہ ہزاروں افراد کو روزگار بھی میسر ہوا، اس طرح عوام میں خوشحالی پیدا ہوئی۔

افسوس اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے ساتھ ہی اس کی مملکت میں جانشینی کے لئے جنگ کا آغاز ہوگیا۔ اس جنگ کے دوران اس کے دو بیٹے اور تین پوتے بھی کام آئے۔ اورنگ زیب کے سب سے بڑے بیٹے معظم کو اپنے والد کی رحلت کی اطلاع 22 مارچ 1707ء کو جمرود میں ملی۔ اس نے فوراً اپنی جانشینی کا اعلان کر دیا اور جمرود سے آگرہ روانہ ہوگیا۔ راستے میں اس نے مختلف سرکاری خزانوں سے قریباً 65 لاکھ کی کثیر رقم بھی حاصل کر لی اور آگرہ جا پہنچا۔ تاریخ کے اوراق میں یہی معظم شاہ عالم بھی کہلاتا ہے۔

دراصل معظم یعنی شاہ عالم نے اورنگ زیب کی وفات سے بہت پہلے ہی اس مقصد کے لئے مکمل تیاریاں کر لی تھیں۔ اس مقصد کے لئے نہ صرف اس نے اپنے لشکر میں اضافہ کیا بلکہ اس نے ان راستوں کو بھی ہموار اور پختہ کیا جہاں سے نقل و حرکت کرنی تھی۔ دریاؤں وغیرہ پر اس نے پل بنائے۔ ان سارے انتظامات کی وجہ سے وہ بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ آگرہ پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔

معظم یعنی شاہ عالم کی آگرہ کی طرف پیش قدمی کے دوران ہی اس کا بیٹا

عظیم الشان بھی حرکت میں آچکا تھا۔ وہ بنگال اور بہار کا وائسرے تھا وہ بھی آگے بڑھا۔ دکن کی طرف گیا وہاں سے اس نے مزید لشکری بھرتی کیے اور آگرہ کی طرف بڑھنے لگا۔ چونکہ بنگال کا سارا خزانہ اس کے ہاتھ میں تھا لہٰذا اس نے لگ بھگ ایک کروڑ روپیہ خرچ کر کے اپنے لشکر میں اضافہ کر لیا۔

دوسری طرف اورنگ زیب عالمگیر کا دوسرا بیٹا اعظم شاہ بھی بڑی برق رفتاری سے احمد نگر پہنچا جہاں اورنگ زیب عالمگیر نے وفات پائی تھی۔ وہاں اس نے 4 مارچ کو اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا لیکن اعظم شاہ میں ایک طرف تو صبر و تحمل کا فقدان تھا۔ دوسری طرف اس کی ذاتی حالت بھی بے حد کمزور تھی۔ دکن میں اس کے لشکر کا عالم یہ تھا کہ گزشتہ تین سالوں سے لشکریوں کو تنخواہ تک نہ ملی تھی۔ ساتھ ہی اس کے ناروا سلوک کی وجہ سے اس کے متعدد قریبی مشیر اور سالار اس کا ساتھ چھوڑ کر شاہ عالم سے جا ملے۔

اعظم شاہ 17 مارچ کو احمد نگر سے چلا اور 11 جون کو گوالیار پہنچ گیا۔ اس کا لڑکا بیدار بخت ایک انتہائی قابل سالار تھا اور وہ اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے حالات کو سنوار بھی سکتا تھا اگر وہ بروقت آگرہ پہنچ جاتا تب وہ تخت و تاج پر قبضہ کر سکتا تھا۔

مگر خود اس کے باپ اعظم شاہ نے اسے روک دیا۔ اسے اپنے بیٹے بیدار بخت پر شک و شبہ تھا کہ کہیں وہ خود ہی تاج و تخت پر قبضہ نہ کر لے۔ ایک موقع پر بیدار بخت نے آگرہ کی طرف پیش قدمی کرنا چاہی لیکن اس کے باپ اعظم شاہ نے اسے روک دیا۔

بیدار بخت نے باپ کے حکم کے تحت پیش قدمی روک دی اور مالوہ میں

مقیم رہا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ 1/2 1 ماہ کا عرصہ ضائع ہو گیا۔ جبکہ اس وقت ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ لہٰذا شاہ عالم جس کا صحیح نام معظم تھا اس کے بیٹے عظیم الشان نے نہایت آسانی سے دلی اور آگرہ پر قبضہ کر لیا۔

اس موقع پر اعظم شاہ سے ایک اور بڑی غلطی ہوئی۔ اس کے بھائی معظم یعنی شاہ عالم نے سلطنت تقسیم کرنے کی بھی پیش کش کی تھی مگر اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا 18 جون کو سموں گڑھ کے قریب بیدار بخت اور شاہ عالم کے لشکریوں کے درمیان فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں شاہ عالم اور اس کے بیٹے عظیم الشان نے بیدار بخت کو بدترین شکست دی اور بیدار بخت اس جنگ میں کام آ گیا۔ اس شکست کے بعد اعظم شاہ کے بڑے بڑے سالار جن میں رام سنگھ، دولت راؤ اور دوسرے لوگ تھے۔ وہ بھی شاہ عالم سے جا ملے۔

اس دوران اعظم شاہ بھی ایک لشکر لے کر اپنے بھائی شاہ عالم پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑھا۔ دونوں بھائیوں کے لشکریوں کے درمیان جنگ ہوئی اور اس جنگ کے دوران اعظم شاہ بھی ہلاک ہو گیا اور اس کے بچے کھچے لشکری فرار ہو گئے کچھ شاہ عالم کے لشکر میں شامل ہو گئے۔

معظم یعنی شاہ عالم اس فتح کے بعد 12 نومبر تک آگرہ میں مقیم رہا۔ اس کے بعد اس نے راجپوتانہ کی طرف پیش قدمی کی۔ اس کے بعد وہ جنوب کی طرف اپنے بھائی کام بخش کی طرف روانہ ہوا۔ کام بخش کو اورنگ زیب کی موت کی اطلاع اس وقت ملی جب وہ بیجاپور کے وائسرائے کے طور پر مقرر کیا گیا تھا۔ اس نے بیجاپور پہنچتے ہی رسم تاجپوشی ادا کی اور اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ ۔۔۔

ماہ تک خود ساختہ بادشاہ بنا رہا۔ اس دوران وہ اپنے لشکر میں اضافہ بھی کرتا رہا اور بادشاہ کی حیثیت سے احکامات بھی جاری کرتا رہا۔ اس موقع پر کام بخش سے کچھ غلطیاں بھی ہوئیں۔ اس موقع پر اسے کچھ افسروں پر شک ہوا کہ وہ شاہ عالم سے ملے ہوئے ہیں لہذا اس نے ان افسروں کی املاک ضبط کرلیں جس کی وجہ سے وہ کھلم کھلا اس کے خلاف ہو گئے۔

دوسری طرف شاہ عالم نے 17 مئی 1708ء دریائے نربدا کو عبور کیا اور کام بخش کی طرف بڑھا۔ سب سے پہلے شاہ عالم نے اپنے بھائی کام بخش کو صلح کا پیغام بھجوایا اور اسے پیش کش کی کہ دونوں بھائی مل بیٹھیں۔ لیکن کام بخش نے اس پیش کش کو مسترد کر دیا۔ چنانچہ شاہ عالم حیدر آباد کے قریب جا پہنچا وہاں کے لوگوں کو جب خبر ہوئی تو انہوں نے شاہ عالم کا استقبال کیا اور وہ لوگ جن پر کام بخش مظالم ڈھاتا رہا تھا وہ بھی اس کے پاس سے بھاگ کر شاہ عالم کے ساتھ جا ملے۔

آخر شاہ عالم اور کام بخش کے درمیان ٹکراؤ ہوا۔ اس معرکے میں شاہ عالم کامیاب رہا اور کام بخش جنگ میں بری طرح زخمی ہوا۔ بہر حال اورنگ زیب نے 50 سال تک حکومت کرنے کے بعد وفات پائی اور اس کے مرنے کے بعد ہندوستان میں مغلوں کی حکومت دن بدن کمزور ہوتی چلی گئی۔ جبکہ انگریز طاقت پکڑتے گئے۔ یہاں تک کہ مغلوں کی حکومت ختم کر کے انہوں نے ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کرلی۔